36

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

22 ستمبر 2004ء — 6 شعبان المعظم 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

کالی آندھی کی آمد آمد

باطل قوتیں اور مردِ مومن کا طرزِ عمل

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد دہلی میں

پاکستان کے دشمنوں کا اشتراک!

تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے چند سفارشات

ظلمت کی دلدل سے روشنی کی طرف

یہ اسلام کی جنگ ہے

گھٹ گئے انسان، بڑھ گئے سائے

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

آہ! ساری عمر ضائع کردی!

مفتی محمد شفیعؒ مرحوم ومغفور فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت میں ایک دن نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا ''مزاج کیسا ہے''۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! ٹھیک ہے میاں، مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی...... میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ''میں تمہیں صحیح کہتا ہوں کہ اپنی عمر ضائع کردی!'' میں نے عرض کیا کہ حضرت اصل بات کیا ہے؟ فرمایا ''ہماری عمروں کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کردیں، امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا!...... اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی! پھر فرمایا ''ارے میاں اس بات کا کہ کون سا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر، اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا، برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا، روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ کو رسوا کرے گا نہ امام ابو حنیفہؒ کو، نہ امام مالکؒ کو، نہ امام احمد بن حنبلؒ کو...... اور نہ میدانِ حشر میں کھڑا کرکے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعیؒ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔

''تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں نہ محشر میں۔ اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور جو ''صحیح اسلام'' کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت ہی نہیں دی جارہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے اور اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں!......

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی۔

ماخذ ''وحدت امت''

تحریر: مولانا مفتی محمد شفیعؒ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 92 تا 96)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ
عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۬ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۬ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۬ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٩٦﴾﴾

''(مومنو) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے' اور جو چیز تم صرف کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں' بجز اُن کے جو یعقوبؑ نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو)۔ جو اس کے بعد بھی اللہ پر جھوٹے افترا کریں تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ نے سچ فرما دیا' پس دین ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے' بابرکت اور جہان کے لئے موجب ہدایت۔''

''تم ہرگز نہ پہنچ سکو گے (حقیقی) نیکی کے مقام کو جب تک خرچ نہ کرو اُس چیز میں سے جو تمہیں پسند ہو''۔ آیت البر کے ضمن میں اس آیت کا حوالہ پہلے آ چکا ہے۔ انسانی ہمدردی بلاشبہ سب سے بڑی نیکی ہے۔ پھر انسانی ہمدردی میں مال خرچ کرنا تو انسان کو نیکی کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ ہاں! مال وہ ہو جو خود صاحب مال کو بھی محبوب اور پسند ہو۔ ردی' فضول اور بوسیدہ چیزیں کسی کو دے کر یہ سمجھا جائے کہ حاتم طائی کی قبر پر لات ماردی ہے' تو یہ نری حماقت ہے۔ ہاں! نیکی یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے پسندیدہ' کار آمد اور عمدہ چیزوں میں سے خرچ کیا جائے۔ ''اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ کو اُس کا خوب علم ہے''۔

یہودی سمجھتے تھے کہ اُن کی شریعت میں اونٹ کا گوشت حرام ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حرام چیزوں کا اعلان کیا تو اُن میں اونٹ کا ذکر نہیں تھا۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ اگر یہ آسمانی شریعت ہے تو اس میں یہ تغیر کیسے ہوا؟ تو یہاں اس اختلاف کی حقیقت واضح کی گئی کہ نزولِ تورات سے قبل بعض ذاتی وجوہ کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت نہ کھانے کی پابندی لگائی تھی' یہ شرعی حکم نہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تورات لاؤ اور اس میں اونٹ کے گوشت کی حرمت دکھاؤ کہاں لکھی ہوئی ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنی ذات کی حد تک فیصلہ تھا' اس کی شرعی حیثیت نہیں تھی۔ بلکہ کھانے پینے کی وہ چیزیں جو اسلام نے حلال کی ہیں' وہ بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں۔ سوائے ان چیزوں کے جنہیں اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرا لیا تھا۔ اور یہ تورات کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور نزول تورات کے درمیان سینکڑوں سال کا فاصلہ ہے۔

اے نبیؐ! ان سے کہئے' تم جو اعتراض ہم پر کر رہے ہو لاؤ تورات' اُسے پڑھو اور دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ یعنی تورات کے اندر اونٹ کے گوشت کی حرمت ہرگز موجود نہیں۔

تو جو لوگ اس کے بعد بھی اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ تو ایسوں سے کوئی کیا گفتگو کرے۔ کہہ دیجئے اللہ نے جو کہا صحیح فرمایا۔ پس حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرو جو یکسو تھے یا یکسو ہو کر صرف اللہ کی بندگی کرتے تھے۔ حنیفاً کا ترجمہ دونوں طرح سے ہے۔ تو تم بعد کی تمام تقسیمات سے بلند تر ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا اللہ کی عبادت کے لئے وہ وہی ہے جو بکہ میں ہے۔ بکہ اور مکہ دراصل یہ دونوں ایک ہی لفظ کے دو تلفظ ہیں۔ یہ گھر برکت والا ہے اور تمام جہان والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

فرمانِ نبویؐ

نیک اور بری مجلس کے اثرات

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : ((مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِیْرِ' فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً وَنَافِخُ الْكِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا خَبِیْثَةً)) (متفق علیه)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشک فروش (خوشبو بیچنے والا) اور بھٹی پھونکنے والا ہو۔ مشک فروش یا تمہیں مشک ہدیہ کر دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تم اس کی اچھی خوشبو سونگھ لو گے' اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا پھر تم اس کے پاس سے بدبو ہی پاؤ گے''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد	16 تا 22 ستمبر 2004ء	شمارہ
13	30 رجب تا 6 شعبان 1425ھ	36

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail: markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

<u>اداریہ</u>

کالی آندھی کی آمد آمد

جنوبی وزیرستان کی پہاڑیوں میں القاعدہ اور طالبان کا نیا نام ''جنگجو'' رکھ کر' اُن کی تلاش میں محبِ وطن پاکستانیوں کا قتل عام' بلوچستان میں فوجی آپریشن' فرقہ وارانہ فسادات' دن دہاڑے رہنماؤں پر قاتلانہ حملے' صدر مملکت اور وزیر اعظم تک پر خودکش حملے' غرضیکہ امن وامان کی جو تشویشناک صورت حال پاکستان کے موجودہ سپہ سالارِ اعظم جنرل پرویز مشرف کے عہد میں رہی ہے' اُتنی خرابی شاید ہی کسی اور دور میں رہی ہو۔ اس کے باوجود جنرل صاحب کا یہ طنطنہ انتہائی عجیب اور ناقابل فہم ہے کہ ''وردی نہیں اتاروں گا۔ آئینی طور پر دونوں عہدے رکھ سکتا ہوں۔ آئینی پوزیشن بالکل واضح ہے۔ صدر مزید پانچ سال تک وردی میں رہ سکتا ہے''۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے زعم میں یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ پاکستان کے عوام بھی یہی چاہتے ہیں۔

جناب شوکت عزیز کی وزارتِ عظمیٰ اور ان کی وسیع کابینہ کے معاملات طے کرنے کے بعد اب جنرل صاحب نے اپنے حامیوں کو ترغیب دے کر وردی کے حق میں باقاعدہ تحریک کا آغاز کر دیا ہے۔ اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ جنرل مشرف پانچ سالہ صدارتی مدت وردی میں پوری کرنا چاہتے ہیں' بلکہ آئندہ پانچ سال کے لئے بھی (جنرل ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق کی طرح) اپنے اقتدار کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ وردی کے حق میں تحریک کا آغاز راؤ سکندر اقبال کے اس بیان سے ہوا کہ جنرل صاحب کو وردی نہیں اتارنی چاہئے' ورنہ اس قدر تباہی آئے گی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس بیان کی تائید میں سابق وزیر داخلہ فیصل صالح حیات اور پیپلز پارٹی پیٹریاٹ کے تیسرے وزیر (موجودہ وزیر داخلہ) آفتاب شیر پاؤ نے بیانات دیئے۔ اب **13** ستمبر **2004**ء کو چودھری پرویز الٰہی نے پنجاب اسمبلی سے یہ قرارداد منظور کرائی ہے کہ صدر وردی نہ اتاریں۔

جنرل مشرف اور اُن کے حامیوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر انہوں نے وردی کے حق میں قانونی اور سیاسی جنگ کا آغاز کیا تو حزبِ اختلاف جسے سترھویں ترمیم کی آڑ میں دولخت کیا گیا تھا' متحد ہو کر ایسی زبردست تحریک چلا سکتی ہے جسے انصاف پارٹی کے قائد عمران خان نے نیویارک میں پاکستانیوں کے ایک بڑے جلسے میں ''خوفناک آندھی'' کہا ہے۔ حکومت کو اپنی قانونی حیثیت فراموش نہیں کرنی چاہئے۔ تیرہ ماہ کے طویل آئینی بحران کے بعد متحدہ مجلس عمل اور حکومت کے درمیان جس وقت سترھویں آئینی ترمیم پر معاہدہ ہوا تھا تو اُس وقت کہا گیا تھا کہ وردی سمیت تمام امور طے پا چکے ہیں۔ اس وقت کے وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے اعلان کیا تھا کہ صدر صاحب **31** دسمبر **2004**ء تک وردی اتار دیں گے۔ اس وقت قوم سے نشری خطاب کرتے ہوئے خود جنرل مشرف نے اقرار کیا تھا کہ ''ایم ایم اے کے معاہدے سے کسی کی جیت ہوئی ہے اور نہ کسی کی ہار ہوئی ہے۔ **31** دسمبر **2004**ء سے پہلے وردی اتار دوں گا''۔ سترھویں ترمیم پر دستخط کرنے والے قانون سازوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ جمالی سے استعفیٰ دلوانے' شجاعت کو لانے اور لے جانے کے بعد شوکت عزیز کو بٹھاتے ہی یہ دلیل پٹارے سے نکالی جائے گی کہ ''آئین میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک باوردی شخص ملک کا صدر نہیں بن سکتا''۔ حتیٰ کہ جمعہ جمعہ آٹھ دن کے وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب بھی اب سیاسی بیان دینے لگے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''پارلیمانی جمہوریت میں آرمی چیف سربراہِ مملکت بن سکتا ہے۔ مشرف قانونی اور آئینی صدر مملکت ہیں''۔

حکومت کی اس تازہ تحریک نے متحدہ مجلس عمل کو اے آر ڈی کے ساتھ مل کر دوبارہ احتجاجی عوامی تحریک چلانے پر مجبور کر دیا ہے' جو لیگل فریم آرڈر کو آئین کا حصہ (سترھویں ترمیم) بنانے کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ اب اے آر ڈی کا یہ خیال بہرحال حقیقت بن کر سامنے آ گیا ہے کہ وردی اتارنے کا مشورہ دے کر دراصل متحدہ مجلس عمل کو لالی پاپ دیا گیا تھا۔ عمران خان' قاضی حسین احمد' مولانا فضل الرحمٰن' مخدوم امین فہیم' راجہ ظفر الحق اور وکلاء کی تنظیموں کے حالیہ بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اور حزبِ اختلاف کی پرانی لڑائی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہونے والی ہے' سیاسی آب وہوا کسی کالی آندھی کی خبر دے رہی ہے۔ حزب اختلاف اگر کامیاب ہو جاتی ہے تو زبردست آئینی وسیاسی خلاء پیدا ہونے سے **1971**ء جیسا طوفان آئے گا جو موجودہ عالمی تناظر میں پاکستان کے وجود ہی کے لئے زبردست خطرہ بن سکتا ہے۔ اگر احتجاجی تحریک کے نتیجے میں وردی نہ اتروائی جا سکی' تب بھی یکم جنوری سے پارلیمنٹ کی صورتِ حال انتہائی ابتر ہو جائے گی اور قوم ایک ایسے بحران سے دوچار رہے گی' جس کا انجام سب کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔

اس خوفناک آندھی اور ہولناک طوفان کو روکنے کی واحد ذمہ داری جنرل مشرف پر عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے ہی نعرہ لگا رکھا ہے ''سب سے پہلے پاکستان''۔ وہ ہمیشہ اپنی ہر تقریر اور بیان میں ''پاکستانی مفادات'' کو اپنی ذات پر مقدم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آج ان کے امتحان کا وقت ہے۔ امید ہے کہ وہ سیاسی فراست وتدبر سے کام لیتے ہوئے صرف ایوانِ صدر میں متمکن رہنے پر قناعت کریں گے اور اسلام آباد میں بنائے جانے والے نئے جی ایچ کیو کی سربراہی کی حرص دل سے نکال دیں گے۔ آنے والے طوفان کو ٹالنے کا یہ واحد حل ہے۔ (ادارہ)

عراق

❁ عراق کے شیعہ رہنما مقتدیٰ صدر نے لشکر مہدی کو ملک بھر میں جنگ بندی کا حکم دے دیا اور اعلان کیا ہے کہ ان کی مزاحمتی تحریک اب سیاسی دھارے میں شامل ہو جائے گی۔ یہ بیان انہوں نے نجف شریف میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روضے پر امریکی ٹینکوں کی یلغار کے بعد آیت اللہ سیستانی کی اپیل پر صلح ہو جانے کے بعد دیا ہے۔

❁ امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار جان کیری نے عراق جنگ کے حوالے سے صدر بش کی پالیسی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جنگ غلط جگہ اور غلط وقت پر شروع کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ وہ صدر منتخب ہونے کے بعد پہلے چند ماہ میں فوج کو واپس بلا لیں گے۔ صدر بش نے جان کیری کے اس بیان پر افسوس کا اظہار کیا کہ جان کیری نے ایک بار پھر جنگ کی مخالفت کی ہے حالانکہ جنگ امریکہ کے مفاد میں تھی۔

انڈونیشیا

❁ انڈونیشی عدالت میں گزشتہ روز اس وقت شدید ہنگامہ ہو گیا جب ججوں نے اسلامی جماعت کے رہنما ابوبکر بشیر کی گرفتاری کو قانونی قرار دیا جس کے نتیجے میں ان کے خلاف انسداد دہشت گردی کے قوانین کے تحت مقدمہ چلانے کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔ ایک جج شمس العلی نے جونہی ابوبکر بشیر کے وکلاء کی طرف سے پولیس کے خلاف دائر مقدمہ مسترد کر دیا تو بشیر کے ایک حامی نے اپنا جوتا اتار کر جج پر پھینکنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں عدالت کے باہر ابوبکر بشیر کے مشتعل حامیوں نے پولیس افسروں پر حملہ کر کے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ ابوبکر بشیر کو اپریل میں اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب وہ ایک مقدمے میں سنائی گئی سزا بھگت کر جیل سے رہا ہوئے تھے۔ ان پر اکتوبر 2002ء میں بالی کے بم دھماکوں میں ملوث ہونے کا الزام ہے جن میں 202 افراد مارے گئے تھے۔

افغانستان

❁ امریکہ کی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف مخالف اتحاد کی جانب سے 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے تین سال بعد بھی القاعدہ کے سربراہ اسامہ بن لادن کی تلاش جاری ہے اور اس کے بارے میں ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا لیکن امریکی انٹیلی جنس یہی سمجھتی ہے کہ وہ پاکستان اور افغانستان کے دشوار گزار سرحدی پہاڑی علاقہ میں روپوش ہے۔ امریکہ نے اسامہ کو پکڑنے کے لئے ڈھائی کروڑ ڈالر کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ پاکستانی حکومت اور انٹیلی جنس حکام یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں ابھی تک ایسے کوئی سراغ نہیں مل سکے ہیں جن سے اسامہ کی گرفتاری ممکن ہو سکے۔ نئے وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ کے مطابق القاعدہ کے مشتبہ گرفتار شدہ ارکان سے ہونے والی پوچھ گچھ سے بھی کوئی مدد نہیں مل سکی ہے۔

❁ القاعدہ کے رہنما اور اسامہ بن لادن کے نائب ڈاکٹر ایمن الزواہری نے کہا ہے کہ افغانستان کے زیادہ تر حصے پر طالبان کا قبضہ ہے اور اگر پاکستان ساتھ رہتا تو وہاں سے غیر ملکی افواج کو نکال دیا گیا ہوتا۔ نجی ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے یہ بات 11 ستمبر کے حوالے سے اپنے ویڈیو پیغام میں کہی ہے جو ایک عرب ٹی وی الجزیرہ پر نشر کیا گیا۔ ایمن الزواہری نے کہا کہ افغانستان اور پاکستان میں مجاہدین کو بڑی حمایت اور پذیرائی حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کے زیادہ تر حصے پر طالبان کا کنٹرول ہے اور امریکی فوج کی نقل و حرکت محدود علاقے میں ہے۔

❁ افغانستان کے صدارتی الیکشن کے لئے منگل کے روز سے باضابطہ طور پر انتخابی مہم شروع ہو گئی ہے۔ 9 / اکتوبر کو پولنگ ہو گی اس وقت موجودہ صدر سمیت 18 امیدوار الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں جن میں ایک خاتون بھی امیدوار ہیں۔ یونس قانونی سمیت 5 روس مخالف امیدوار بھی میدان میں ہیں۔ یونس قانونی، حامد کرزئی کے مضبوط حریف امیدوار ہیں۔ ان امیدواروں میں 8 پشتون، 7 تاجک، ایک ہزارہ اور 2 ازبک نسل شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے اندازہ کے مطابق 50 لاکھ سے 60 لاکھ کے درمیان رجسٹرڈ ووٹرز ہوں گے حالانکہ ایک کروڑ 5 لاکھ رجسٹریشن کارڈ تقسیم کئے گئے۔ ملک بھر میں 5 ہزار پولنگ سٹیشن اور ان میں 25 ہزار پولنگ بوتھ ہوں گے اس موقع پر ایک لاکھ 35 ہزار افغان عملہ اور 300 انٹرنیشنل سٹاف خدمات انجام دے گا۔ 1500 افغان اور ایک سو سے ڈیڑھ سو کے درمیان انٹرنیشنل سٹاف الیکشن مانیٹر کرے گا جبکہ حفاظتی انتظامات کے لئے 20 ہزار افغان پولیس اہلکار اور 8500 نیٹو کے فوجی ڈیوٹی دیں گے جبکہ جنوبی افغانستان میں 18500 امریکی فوجی پٹرولنگ کریں گے۔ 20 مقامات پر ووٹوں کی گنتی ہو گی۔ اقوام متحدہ کے ذرائع کے مطابق ووٹوں کی گنتی کے لئے 2 سے تین ہفتے لگیں گے اگر کوئی بھی امیدوار 50 فیصد سے زائد ووٹ حاصل کرنے میں ناکام رہا تو 7 نومبر کے بعد رن آف ووٹ ہو گا۔

سوڈان

❁ امریکہ نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں سوڈان کے علاقے دارفور کے متعلق نئی قرارداد پیش کی ہے جس میں اس شورش زدہ علاقے میں افریقی یونین کی مانیٹرنگ فورس کو بڑھانے اور عالمی برادری کے مطالبات تسلیم نہ کرنے کی صورت میں تیل سمیت دیگر اقتصادی پابندیاں عائد کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ قرارداد کے مسودے میں کہا گیا ہے کہ سوڈان کی حکومت دارفور میں قتل و غارت روکنے میں ناکام رہی ہے مجوزہ قرارداد میں دارفور میں تمام فوجی طیاروں کی پرواز پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور حکومت اور باغیوں سے جنگ بند کرنے اور تنازعے کا سیاسی حل تلاش کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ادھر خرطوم میں سوڈان کے لئے اقوام متحدہ کے ایڈوانس مشن کے ترجمان جان کرونک نے کہا ہے کہ عالمی ادارہ افریقی یونین کو دارفور کے بحران کے حل کے لئے وسیع امداد کا حق دے۔

چیچنیا

❁ چیچن جانبازوں نے روسی صدر ولادی میر پیوٹن کی گرفتاری پر 20 ملین ڈالر انعام کی رقم کا اعلان کیا ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ایجنسی کے مطابق روس کی جانب سے شامل بسایوف اور اسلام مسخاروف کی گرفتاری پر دس ملین ڈالر کے انعامی رقم کے اعلان کے جواب میں چیچن جانبازوں نے صدر پیوٹن کی گرفتاری میں مدد دینے والے افراد اداروں اور حکومتوں کو بیس ملین ڈالر کی رقم کا اعلان کیا ہے۔

لبنان

❁ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے لبنان سے غیر ملکی فوجوں کے انخلاء کے بارے میں قرارداد منظور کر لی ہے۔ کونسل کے 15 ارکان میں سے 9 ارکان نے رائے شماری میں حصہ لیا۔ جبکہ پاکستان، چین، روس، الجزائر اور فلپائن نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ شام کی حکومت لبنان پر سیاسی دباؤ رکھتی ہے۔ قرارداد میں پہلے ''شامی فوجیوں کی واپسی'' کے الفاظ تھے، جن میں بعد میں ترمیم کی گئی۔ قرارداد میں تمام لبنانی اور غیر لبنانی ملیشیا کو غیر مسلح کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

❁ لبنان کی تنظیم ''حزب اللہ'' کے سربراہ شیخ حسن نصر اللہ نے تنظیم کو ختم کرنے سے متعلق اقوام متحدہ کی قرارداد کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے لبنان میں شامی فوج کی موجودگی کی بھی حمایت کی ہے۔ انہوں نے بیروت میں ایک بڑے جلوس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ کی قرارداد اسرائیل کے مفاد میں منظور کی گئی جو کسی صورت قابل قبول نہیں۔ شامی فوج ملک کے استحکام میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

☆☆☆

☆ دین کے احکام اور شعائر کا احترام ہر مسلمان پر لازم ہے

☆ اہل باطل کی چالیں تدبیر الٰہی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں

☆ اللہ کو اپنا حقیقی رب ماننے سے معاشرے کے مراعات یافتہ افراد کے مفادات پر زد پڑتی ہے

باطل قوتیں اور مردِ مومن کا طرزِ عمل

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں مرکزی ناظم تربیت تنظیم اسلامی محترم شاہد اسلم صاحب کے 3 ستمبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ المومن کی آیات 23 تا 29 آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی' جب آپؐ کی دعوت کو روکنے کے لئے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے تھے۔ ایک مرتبہ ایسے بھی ہوا کہ حرم میں نماز کی ادائیگی کے دوران آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس کو بل دیئے گئے' یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ عین اسی وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑتے ہوئے آئے اور اس کافر کو جو آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے بل دے رہا تھا' دور ہٹایا اور ساتھ ہی یہ الفاظ کہے: ''کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے!'' یہی الفاظ اس سورۃ کی آیت 28 کے اندر بھی وارد ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے جب فرعون کو دعوتِ حق دی تو ایک مرحلے پر فرعون کی بھی یہی سوچ ہوئی کہ حضرت موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے دربار کے ایک وزیر جن کا تعلق آل فرعون سے تھا' حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو خفیہ طور پر قبول کر کے مسلمان ہو چکے تھے۔ جب فرعون نے اپنے دربار میں یہ اعلان کیا کہ اب میں (حضرت) موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو اُس وقت ان صاحب نے اپنے ایمان کا اظہار کیا اور فرعونِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک تقریر کی۔ اسی تقریر میں یہ الفاظ بھی تھے کہ کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے!

اس پر گفتگو کرنے سے پہلے میں کچھ احادیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ''ریاض الصالحین'' میں ''شرعی احکام کی بے حرمتی کے وقت غضب ناک ہونا'' کے زیر عنوان باب میں ان کو نقل کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کچھ آیات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اللہ کی محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا' تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتر اجر ہے۔ حرمات اللہ سے مراد دین کے احکام و شعائر ہیں' جن کی تعظیم ضروری ہے۔ اسی طرح ارشاد فرمایا گیا: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ ان آیات کے بعد چند احادیث بیان کی گئی ہیں۔ حضرت ابی مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی: میں صبح کی نماز میں فلاں شخص کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کو کسی وعظ میں اتنا غضب ناک ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ اُس وقت دیکھا۔ اس روز آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کو نفرت دلانے والے ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص دوسروں کی امامت کرائے' اسے چاہئے کہ وہ اس میں اختصار اختیار کرے۔ اس لئے کہ پیچھے جو مقتدی ہیں ان میں کچھ بوڑھے بھی ہوتے ہیں' کچھ بچے بھی اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں کسی کام کی وجہ سے جلدی جانا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے واضح فرمایا کہ فجر کی نماز کو تو لمبا کیا جائے' یعنی اس میں زیادہ سے زیادہ قرأت کی جائے' لیکن باقی نمازوں میں اختصار سے کام لیا جائے۔ یہاں اگرچہ ایک نماز کے حوالے سے کسی ایک امام کا ذکر کیا گیا تھا لیکن اس سے چونکہ یہ پہلو نکل رہا تھا کہ مقتدی دین سے متنفر ہو جائیں گے' اس لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔

دوسری حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے' جس کے مطابق حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے گھر کے سامنے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب اللہ کے نبی ﷺ کی نگاہ ان کے اوپر پڑی تو آپؐ نے ان تصویروں کو بگاڑ دیا۔ غصے کے ساتھ آپؐ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہؓ! قیامت والے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی تخلیق کرنے کی صفت میں مشابہت اختیار کریں گے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہاتھ سے تصویر کا بنانا اور اسے آویزاں کرنا دونوں حرام ہیں' البتہ کیمرے سے لی گئی تصویر پر کسی قدر اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ تاہم اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے' بلکہ درحقیقت یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس بات پر غصے کا اظہار کیا جو شریعت سے ٹکرا رہی تھی۔

تیسری حدیث مبارکہ بھی حضرت عائشہؓ ہی نے روایت کی ہے۔ ایک بڑے عالی قبیلہ مخزومی کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش کو اس چیز نے متفکر کر دیا کہ اگر اس عورت کو سزا ہوئی تو اتنے بڑے خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔ اسی پریشانی میں وہ کہنے لگے کہ کون ہے جو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر سفارش کرے۔ جب مشورہ کیا گیا تو ایک ہی نام سامنے آیا جو کہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا تھا۔ وہ آنحضور ﷺ کے بہت چہیتے تھے۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے جا کر سارا واقعہ عرض کیا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد پر سفارش کرنے لگے ہو؟ یعنی یہ اللہ کا حکم ہے کہ اگر کسی پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کو ساقط کرنے کے لئے میرے سامنے سفارش کرو! اس کے بعد آنحضور ﷺ

کھڑے ہوئے اور آپؐ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: تم سے پہلی قومیں بھی اس لئے تباہ ہوگئی تھیں کہ جب ان میں سے کسی اعلیٰ حسب نسب والے شخص کے اوپر کوئی جرم ثابت ہو جاتا تو اس کو وہ چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کسی کمزور پر جرم ثابت ہو جاتا تو اس پر قانون لاگو کر دیا جاتا۔ پھر آپؐ نے قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا: اگر (حضرت) محمد (ﷺ) کی بیٹی (حضرت) فاطمہؓ سے بھی بفرض محال یہ گناہ سرزد ہوتا تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ یہ بھی متفق علیہ حدیث ہے' جس سے دراصل یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ کی حد کو ساقط کرنے کے ضمن میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔

یہ احادیث میں نے آپ کے سامنے اس لئے بیان کی ہیں کہ ان میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں بعض پہلوؤں سے کسی کمی کو دیکھا تو اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہی تلقین آپؐ نے اپنی امت کو کی ہے۔ درحقیقت' اولیت اللہ کے احکامات ہی کو حاصل ہے۔ اگر احکام الٰہی کے اندر کہیں بھی نقص پیدا کیا جائے گا یا شریعت کو بگاڑنے کی کوشش کی جائے گی' تو ہماری تربیت یہی ہے کہ اس کے خلاف اپنی زبان سے اظہار کیا جائے۔ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روکا جائے' ورنہ کم از کم دل سے ہی اس کو برا جانا جائے۔ اب ان آیات کی طرف آتے ہیں جن کی تلاوت آغاز میں کی گئی تھی۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کا ایک بندہ جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا' جب اس نے دیکھا کہ فرعونِ وقت اللہ کے پیغمبر کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کی غیرت ایمانی نے جوش کھایا اور اس کا غصہ برسر دربار ظاہر ہوا۔ آیات 23 اور 24 کا ترجمہ یوں ہوگا: ''اور ہم نے موسیٰؑ کو اپنی واضح آیات اور کھلی سند کے ساتھ فرعون' ہامان اور قارون کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔'' یہی باتیں تھیں جو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بھی کہی گئیں۔ ایسے واقعات ہر دور میں رونما ہوتے ہیں۔ اُس معاشرے میں یہ تین کردار تھے۔ ایک نے اپنی حاکمیت کا نعرہ لگایا اور کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ دوسرا اس کا وزیر تعمیرات ہامان تھا' جبکہ تیسرا اس کا چہیتا قارون۔ قارون آل فرعون میں سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں سے تھا' لیکن خوشامدی ہونے کے باعث فرعون کی آنکھوں کا تارا بن چکا تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے ٹھیکے لیتا رہا اور اپنے خزانے بھرتا رہا۔ آیت 25 میں ارشاد ہوا: ''اور جب وہ (حضرت موسیٰؑ) ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آئے' تو کہا گیا کہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو۔ اور کافروں کی چالیں نہیں ہیں مگر گم ہونے والی۔'' کافر بہت چالیں چلتے ہیں لیکن بندہ مومن کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ ان کی چالیں رائیگاں جائیں گی۔ بظاہر ان کی چالوں سے بہت ڈر لگتا ہے لیکن ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ: انہوں نے اپنی چالیں چلیں اور اللہ نے اپنی تدبیر کی۔ اللہ کی تدبیر سے یہ بچ نکلنے والے نہیں ہیں۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ فرعون نے یہ دیکھتے ہوئے کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت پھیلتی چلی جا رہی ہے' انہیں راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ آیت 26 میں فرعون کا قول نقل کیا گیا ہے کہ: ''اور فرعون نے کہا کہ مجھ کو چھوڑو کہ میں موسیٰؑ کو قتل کر دوں اور پھر یہ بلا لے اپنے رب کو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا زمین کے اندر فساد برپا کرے گا۔'' فرعون نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنی حکومت کے ختم ہونے کا ڈر ہے بلکہ اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں کو کہا کہ اگر حضرت موسیٰؑ کی دعوت پھیل گئی تو یہ نظام جس کے اندر تمہیں بہت سی مراعات حاصل ہیں' ختم ہو جائے گا۔ حکمران طبقات ہمیشہ سے یہ انداز استعمال کرتے آئے ہیں۔ قریش مکہ نے بھی یہی کہا تھا کہ آنحضور ﷺ کی تعلیمات نے ان کے نظام کو ہلا دیا ہے۔ اس پر آیت 27 کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: ''میں نے پناہ پکڑی ہے اس کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے' ہر متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔'' اس میں ہمارے لئے راہنمائی ہے کہ جب بھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو ہمیں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر دور میں فرعون' قارون اور ہامان ہوتے ہیں لیکن ان کی قوت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم واقعتاً اللہ کو اپنا رب مانتے ہیں تو ہمیں اسی کی پناہ کے اندر آنا چاہئے۔

جب فرعون اپنے دربار میں حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر رہا تھا تو اب وہ صاحب جو خفیہ طور پر ایمان قبول کر چکے تھے' کھڑے ہوئے اور تقریر کی۔ قرآن حکیم میں کسی ایک ہی جگہ پر کسی نبی اور رسول کی بھی اتنی لمبی گفتگو ترتیب کے ساتھ نقل نہیں ہوئی جتنی کہ ان کی تقریر اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی۔ چنانچہ آیت 28 کی رُو سے: ''اور آل فرعون میں سے ایک مردِ مومن نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا' کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے! اور وہ تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں لایا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس کے اوپر ہوگا' اور اگر وہ سچا ہے تو پھر وہ جو بات کہہ رہا ہے وہ تمہیں پہنچ کر رہے گی (یعنی اللہ کا عذاب)۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس کو جو حد سے نکلنے والا اور بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہو۔'' آیت 29 کے نصف اول میں اسی مردِ مومن کا بیان جاری ہے کہ: ''اے میری قوم! اگر آج تمہارے پاس بادشاہی ہے' تم زمین میں غالب ہو لیکن ہمیں اللہ کی پکڑ سے کون بچائے گا اگر وہ ہم پر آ گئی!'' فرعون کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے دربار میں کوئی کھڑا ہو کر یوں بات کر سکے گا' لیکن یہ اللہ کی شان ہے! اصل میں قرآن ہمارے اندر یہی ایمان پیدا کرنا چاہتا ہے کہ کسی باطل کے زور اور غلبے سے مت ڈرو۔ چنانچہ فرعون کا جواب آیت 29 ہی کے آخری حصے میں یوں بیان ہوا ہے: ''فرعون نے کہا کہ میں تو تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھ رہا ہوں اور میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی طرف!'' یعنی اس کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کا دکھایا ہوا راستہ نعوذ باللہ گمراہی اور تباہی کی طرف جاتا ہے جبکہ اپنی سوچ کو وہ خیر اور ترقی کی جانب قرار دیتا ہے۔

اس پر اسی مردِ مومن نے دوبارہ کھڑے ہو کر چند باتیں کیں' جن کا ذکر آیات 30 تا 34 میں کیا گیا ہے۔ ''اور اسی ایمان دار نے کہا' اے میری قوم مجھے ڈر ہے کہ تمہارے اوپر بھی وہی حالات نہ آ جائیں جو پہلی قوموں پر آئے تھے۔ جیسے قوم نوحؑ کا اور عاد کا اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے بعد آئے' ان کا حال ہوا' اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے میری قوم! مجھے ڈر ہے اس دن کا جس دن پکارا جائے گا' اس دن کہ پھیر جاؤ گے تم اپنی پیٹھوں کو۔ کوئی بھی اللہ سے بچانے والا نہیں ہوگا اور جسے اللہ ہی گمراہ کر دے' اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور اس سے پہلے تمہارے پاس (حضرت) یوسفؑ بھی واضح نشانیاں لے کر آئے تھے' لیکن تم اُن چیزوں کے بارے میں شک میں پڑ گئے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم نے کہا کہ اب اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اس کو جو حد سے نکلنے والا' شک میں پڑنے والا ہو۔''

آیت 35 کو چھوڑ کر اب ہم اس سے اگلی آیات پر آتے ہیں جن سے فرعون کے تکبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ ''اور فرعون نے کہا' اے ہامان میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ تاکہ میں جا پہنچوں ان راستوں پر۔ پھر (حضرت) موسیٰؑ کے معبود کو آسمانوں کے راستوں میں جھانک کر دیکھوں اور میں (حضرت) موسیٰؑ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے برے اعمال اس کے لئے خوشنما بنا دیئے گئے اور وہ سیدھے راستے سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کا داؤ ضائع جانے والا تھا۔''

اس وقت جو بھی عروج یا سائنسی ترقی انسان حاصل کر چکا ہے' اس کے نتیجے میں اب یورپ اور امریکہ میں یہ کہا جا رہا ہے کہ نعوذ باللہ خدا کا وجود ختم ہو چکا ہے اور انسان نے سارے وسائل پر قبضہ کر لیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق ایک وقت آئے گا کہ دجال آسمان کی طرف تیر

چھوڑے گا اور اس کے پیش نظر یہ ہوگا کہ اس کے ذریعے سے میں اللہ کو ماردوں۔ فرشتے اس تیر کے اوپر خون لگا کر اسے دوبارہ زمین کی طرف بھیج دیں گے' جسے دیکھ کر دجال لوگوں سے یہ کہے گا کہ دیکھو میں نے اللہ کو مار دیا۔ لہٰذا آج کی بے خدا یا خدا بیزار تہذیب کا ٹکراؤ اسلام کے ساتھ ہے۔ ایک طرف اللہ پر یقین ہے جس کا اظہار اس مردِ مومن نے فرعون کے دربار میں کیا جبکہ دوسری طرف اسباب و وسائل پر توکل ہے۔ اس وقت سارے وسائل پر امریکہ کا کنٹرول ہے۔ اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان رکھنے والوں کے ساتھ اس کا رویہ بالکل فرعون ہی کی طرح ہے۔ ہمارے رہنما اس کی طاقت سے مرعوب ہو کر اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں چاہے ہمارے خزانے بھر رہے ہیں لیکن اللہ پر تو ہمارا بھروسہ نہیں رہا۔ قرآن تو یہ یقین پیدا کرنے آیا تھا کہ حق کو جہاں بھی دبایا جائے گا اور شریعت کا جہاں بھی مذاق اڑایا جائے گا' مسلمان کو اس کے خلاف کھڑا ہونا ہے۔ لیکن یہاں تو پورے دین کا حلیہ صرف اس بنیاد پر بگاڑ دیا گیا ہے کہ اگر ہم نے یہ بات نہ مانی تو وقت کا فرعون ہمارا ناطقہ بند کر دے گا۔

مسلمانوں کا تو یہ یقین ہونا چاہئے کہ حق پر رہتے ہوئے اگر مر جائیں تو شہادت ہے۔ حق کو قائم کرتے ہوئے اگر سب کچھ لٹ جائے لیکن دین قائم رہ جائے تو یہی اصل کامیابی ہے۔ لیکن اگر دین ہی لٹ جائے اور ایمان ہی ختم ہو جائے تو پھر ایک مسلمان کے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے! مسلمان تو اس دنیا میں دوسروں کی راہنمائی کے لئے آیا ہے' اپنے خزانے بھرنے کے لئے نہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کا دین ٹوٹ رہا ہے' شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے لیکن علماء خاموشی اختیار کر چکے ہیں جبکہ سیاست دان اپنے مفادات کے باعث نہیں بولتے۔ تو پھر دین کے لئے کون بولے گا؟ سود اللہ نے حرام قرار دیا جبکہ آج ہماری معیشت کی بنیاد اسی پر قائم ہے۔ بے حیائی اور عریانی کو واضح طور پر شیطانی رویہ کہا گیا' لیکن ہمارے ذرائع ابلاغ اسی کی پروجیکشن کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں نیکی کا راستہ مشکل کر دیا گیا ہے جبکہ برائی کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔ جب حکومت خود لاٹری' جوئے' پرائز بانڈ اور انعامی سکیموں کی ترغیب دے تو پھر قوم غلامانہ ذہنیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ سڑکوں پر لگے ہورڈنگز پر اسلامی تعلیمات کے خلاف باتیں لکھی ہوتی ہیں' لیکن یہ وہی شخص جان سکتا ہے جس نے مذہب کا کچھ مطالعہ کیا ہو۔ ہمارے حکمرانوں کو خدشہ ہے کہ اگر ہم نے فرعونِ وقت کی بات نہیں مانی اور اس کی تہذیب کو اپنے معاشرے میں رائج نہ کیا تو ہمارے خزانے ختم ہو جائیں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنے اندر ایمان و یقین پیدا کریں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ حق بات کا اظہار کریں' چاہے اس میں ہماری گردن کٹ جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے ایسا کیا ہے' انہی کا کردار دوسروں کے لئے مثال بنا ہے۔ وہی لوگوں کے لئے اسوہ بنتے ہیں۔ معاشرہ انہی کو یاد کرتا ہے۔ آج تک طالبان کے خلاف دنیا میں کوئی مظاہرہ نہیں ہوا' اس لئے کہ انہوں نے صرف یہی کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ مظاہرے ان کے خلاف ہو رہے ہیں جو اپنے آپ کو مہذب کہتے ہیں' جو لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم بھلائی کے راستے کی طرف تمہاری راہنمائی کرتے ہیں۔ اس فرعونِ وقت کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے انفرادی حیثیت میں ان پردوں کو ہٹایا جائے جو ہمارے ایمان کے اوپر پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اجتماعی طور پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ قرآن کا یہی پیغام ہے۔ جہاں بھی دینی شعائر ٹوٹ رہے ہوں' اس کے خلاف ہمیں اٹھنا چاہئے اور اپنے غصے کا اظہار کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا محتاج نہیں ہے۔ پہلے بھی لاکھوں کروڑوں کو اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کر دیا۔ اگر ہم بھی اللہ کے دین کی خدمت نہ کر پائے تو تنکوں اور ریزوں کی طرح مٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے اور حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محمد خلیق)

ان شاء اللہ العزیز رفقائے تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماعِ عام

7 تا 9/ اکتوبر 2004ء (بروز جمعرات' جمعہ' ہفتہ)

فردوسی فارم سادھوکے میں منعقد ہوگا

☆ اجتماع کا آغاز 7/ اکتوبر (جمعرات) 4 بجے سہ پہر ہوگا اور یہ 9/ اکتوبر (ہفتہ) نماز ظہر تک جاری رہے گا۔

☆ اس اجتماع میں تمام ملتزم و مبتدی رفقاء شریک ہوں گے۔

☆ رفقاء و احباب سے درخواست ہے کہ:

1) انتظامات کو بہتر بنانے کے حوالہ سے اپنی تجاویز زیر دستخطی کو 20 ستمبر تک ارسال کر دیں۔

2) امراء و ناظمین حلقہ جات شرکت کرنے والے رفقاء و احباب کی تعداد سے 20 ستمبر تک آگاہ کر دیں۔

3) سندھ و بلوچستان کے امراء اپنے ان رفقاء کی تعداد الگ تحریر کر دیں جنہیں واپسی سفر بذریعہ ریل کرنا ہوگا اور ان کی سیٹیں لاہور سے بک ہونا ہوں گی۔

4) اجتماعی طور پر بذریعہ بس سفر کرنے والے رفقاء کو واپسی پر لاہور اور گوجرانوالہ سٹیشن پر پہنچا دیا جائے گا۔ اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والے رفقاء کی تعداد سے بھی 20 ستمبر تک آگاہ کر دیا جائے۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: **مرزا ایوب بیگ**' ناظم سالانہ اجتماع

866-N پونچھ روڈ' سمن آباد لاہور فون: 7520902-7584627

ای میل: lahore@tanzeem.org

تجزیہ

پاکستان کے دشمنوں کا اشتراک

ایوب بیگ مرزا

● قدرت اللہ شہاب اپنی کتاب ''شہاب نامہ'' میں لکھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں صدر ایوب کے بہت قریب ہو گیا۔ وہ داخلی اور خارجی امور میں مجھ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایوب خان کو بعض مشورے دینے کی وجہ سے میں امریکہ کے زیرِ عتاب آ گیا' اور ایوب خان کے لئے ممکن نہ رہا کہ مجھے اب مزید صدارتی سیکرٹریٹ میں رکھا جائے اپنے اس قلبی تعلق کی وجہ سے جو انہیں مجھ سے تھا انہوں نے مجھے یورپ میں سفیر بنا کر بھیج دیا۔ میں اُن کی مجبوری سمجھتا تھا' لہٰذا خاموشی سے سفیر کی حیثیت سے یورپ کے ایک ملک کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ وہاں ان کی غالباً سویڈن کے سفیر کے ساتھ گہری دوستی ہو گئی۔ ایک روز وہ اپنے دوست کے ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے۔ عالمی سیاست پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ان کا دوست کہنے لگا کہ امریکہ اور سوویت یونین اگرچہ بدترین دشمن ہیں' لیکن بعض عالمی معاملات میں ان میں زبردست اتفاق ہے اور وہ ان معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں۔ قدرت اللہ نے ان سے پوچھ لیا کہ وہ کون کون سے معاملات ہیں جن میں امریکہ اور سوویت یونین کو زبردست اتفاق ہے۔ وہ بولے اہم ترین یہ معاملہ ہے کہ آپ کے ملک یعنی پاکستان کی فوج بڑی پیشہ ور ہے اور معیار کے لحاظ سے دنیا کی بہترین افواج میں سے اس کا شمار ہوتا ہے۔ دونوں عالمی طاقتیں مکمل طور پر متفق ہیں کہ پاکستانی فوج کی دونوں صفات یعنی پیشہ ور ہونا اور اعلیٰ معیار کا حامل ہونا ختم کرنا ہوں گی۔ قدرت اللہ کہتے ہیں' میں نے اپنے اس دوست سے پوچھا کہ امریکہ اور سوویت یونین کے لئے کیسے ممکن ہوگا کہ ہماری افواج کی ان صفات کو ختم کر دیں۔ اس پر میرا یہ دوست مسکرا کر بولا اقتدار کی چاٹ لگا کر اور اس منصوبے پر کام شروع ہو چکا ہے۔ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے یہ بات کتنی عجیب لگتی تھی' لیکن آج یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت بن کر سامنے آئی ہے اگرچہ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اقتدار نے پاک فوج کی پیشہ ورانہ صلاحیت کو کس حد تک ختم کیا ہے البتہ ہر غیر جانبدار شخص یہ کہنے پر مجبور ہے کہ اقتدار نے ہماری فوج کی پیشہ ورانہ صفت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ پھر یہ کہ اقتدار اور دھن دولت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ خبریں مسلسل آ رہی ہیں کہ آج کل ان کے آنگن میں دھن بھی خوب برس رہا ہے۔ یقیناً ان خبروں میں کچھ سچی اور بہت سی جھوٹی ہوں گی' کیونکہ ہماری قومی عادت ہے کہ ہم مخالفانہ اور منفی نوعیت کی خبروں کو نہ صرف آگے بڑھ کر قبول کر لیتے ہیں بلکہ ان میں مرچ مصالحہ لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

بہرحال یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اقتدار اور دولت ایک سپاہی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں اور فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے وہ اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہیں۔ لہٰذا امریکہ اور سوویت یونین کی مشترکہ کوششیں بارآور ثابت ہوئی ہیں اور ہماری فوج میں یہ تاثر کامیابی سے پیدا کر دیا گیا کہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ان کا پیشہ ور ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا اقتدار میں ہونا ضروری ہے۔ لیکن بھلا ہو تاریخ کا جس نے یہ بات قطعی طور پر غلط ثابت کر دی کیونکہ جب پاکستان دولخت ہوا تو اس وقت بھی ایک جرنیل کی حکومت تھی اور جب ہم نے سیاچین کھویا تب بھی ایک جرنیل حکمران تھا۔ عوام کی ایک نفسیات ہوتی ہے وہ اپنے مصائب و مشکلات کا ذمہ دار وقت کی حکومت کو گردانتے ہیں۔ جب فوج کی حکومت ہوگی تو انگلی فوج کی طرف اٹھے گی۔ جس سے فوج اور عوام کے درمیان بُعد پیدا ہو جائے گا جو ملک کی حفاظت اور سلامتی کے حوالے سے انتہائی خطرناک ہے۔ وہ فوج کیسے لڑے گی جس کی پشت پر عوام موجود نہیں ہوں گے۔ اس کے باوجود ہمارے دشمن مطمئن نہیں ہیں۔ امریکہ افغانستان میں اپنی ناکامیوں کو ہمارے سر پر منڈھ رہا ہے اور ہماری فوجی حکومت سے گن پوائنٹ پر قبائلیوں کے خلاف اپریشن کروا رہا ہے' جس سے اس علاقے میں ہماری فوج ان قبائلیوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکا رہی ہے جن کی حب الوطنی ہمیشہ شک و شبہ سے بالاتر رہی۔ ہمیں کہا جا رہا ہے کہ ان قبائلیوں کو تباہ و برباد کر دو یہ افغانستان میں آ کر امریکہ اور اس کی پٹھو کرزئی حکومت کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں جس سے کرزئی حکومت مستحکم نہیں ہو رہی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر یہ درست ہے تو امریکی فوج اور افغان حکومت کے سیکورٹی اہلکار انہیں افغانستان میں داخل ہونے سے کیوں نہیں روکتے اور اگر اتنی جدید ٹیکنالوجی سے لیس اور وسیع وسائل کی حامل فوج افغانستان میں دراندازوں کی آمد روک نہیں سکتی تو پاکستانی فوج ایسے لوگوں پر قابو کیسے پائے۔ انگریز پہاڑوں میں بسنے والوں کے خلاف جنگ جیت نہ سکا اور پھر اس نے طاقت کے استعمال کی بجائے دوسری حکمت عملی سے اس علاقے میں اپنا اثر و رسوخ کامیابی سے قائم کیا۔ سوویت یونین ان کو زیر کرنے کی کوشش میں خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ امریکہ کے سمارٹ بموں نے افغانستان میں تباہی تو بہت مچائی تھی لیکن وہاں صحیح معنوں میں کنٹرول حاصل کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکا اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کا دائرہ اختیار کابل تک محدود ہے تو پاکستان کی فوج طاقت کے بل بوتے پر انہیں کیسے زیر کر سکے گی۔ یاد رہے طرزِ بود و باش' طرزِ فکر' سماجی روایات اور اسلحے کی محبت کے حوالے سے ہمارے قبائلیوں اور افغانیوں میں کوئی فرق نہیں ہے یا فرق نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم یہ جنگ طاقت کے بل بوتے پر کیسے جیت سکیں گے' لیکن امریکہ ہماری فوجی حکومت کو کامیابی سے اس جنگ کی طرف دھکیل چکا ہے۔ اور ہماری فوج اپنے ہی ہم وطنوں اور مسلمان بھائیوں پر آگ اور بارود کی بارش برسا رہی ہے' جس سے جوان' بوڑھے' عورتیں اور بچے بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔

روس کی ریاست اوسیٹیا میں سکول کے بچوں کو یرغمال بنائے جانے اور ہلاک کئے جانے کے بعد روس نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پیشگی حملے کرے گا' جس کا امریکہ اور برطانیہ نے زبردست خیر مقدم کیا ہے۔ امریکہ کی موجودگی میں وہ تیل کی دنیا یعنی مشرقِ وسطیٰ کی طرف رخ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایران کے ساتھ روس کے زبردست مالی مفادات وابستہ ہیں۔ وہ اسے چھیڑنے کا رسک نہیں لے سکتا۔ بھارت کے ساتھ اس کی گہری دوستی ہے۔ وہ بھارت کو بھی دہشت گردی کا شکار سمجھتا ہے۔ پھر یہ کہ بھارت کو امریکہ اپنا قدرتی حلیف قرار دیتا ہے لہٰذا بھارت سے دوستی اور تعاون جاری رہے گا۔ وہ کشمیر کے مسئلے پر بھارت کی خاطر سلامتی کونسل میں کئی مرتبہ ویٹو استعمال کر چکا ہے۔ چین میں اتنی جان پیدا ہو چکی ہے کہ وہ کسی اقدام کا منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر علاقے کا کون سا ملک بچ گیا ہے جس کے خلاف پیشگی حملہ آور ہونے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ اتفاق سے چیچنیا میں بسنے والے

مسلمان ہیں جو آزادی کی خاطر جدوجہد کر رہے ہیں لہٰذا روس کے خلاف ہونے والی تمام دہشت گردی کی کارروائیوں کو مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روس نے چیچن کے لوگوں کے ساتھ ایسے خوفناک مظالم کیے ہیں کہ ان کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ روس نے چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ ایک ہی دن میں روسی فضائیہ نے اس شہر کے 22 سکولوں پر فضائی حملے کیے اور 9000 چیچن سکول کے بچے ہلاک کر دیئے۔ ان بچوں کی مائیں جو "کالی بیوائیں" کہلاتی ہیں روس کے خلاف انتقام کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور جگہ جگہ خودکش حملے کر رہی ہیں ان کے اس عمل کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بچوں کی موت نے انہیں دیوانہ کر دیا ہے اور وہ دیوانہ وار کارروائیاں کر رہی ہیں۔ پاکستان کے بعض دشمن ان کارروائیوں کو بھی وانا سے جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ روس کے خلاف ہونے والی یہ انتقامی کارروائیاں 80 فیصد سے زائد یہ عورتیں کر رہی ہیں جنہیں Black Widows کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ کارروائیاں خصوصاً ان دنوں میں ہوئیں جب چیچنیا میں انتخابات کا ڈھونگ رچایا گیا۔ انتخابات اب افغانستان میں اگلے ماہ ہونے والے ہیں اور طالبان ظاہر ہے ان انتخابات میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے اپنی کارروائیوں میں اضافہ کریں گے اور افغانستان میں بھی خون کی ہولی زیادہ تیزی کے ساتھ کھیلی جائے گی پھر مشترکہ طور پر پاکستان پر مداخلت کا الزام لگے گا اور مشترکہ کارروائی کے لئے کوئی اتحاد قائم کیا جائے گا۔ ہمیں اپنے لوگوں کے خلاف اندھا دھند کارروائی کرنے کی بجائے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اپنے اصل دشمن کو پہچاننا چاہئے اور اس کے خلاف مدافعت کرنے کے لئے اپنے عوام کا اعتماد حاصل کرنا چاہئے۔ یہ اعتبار توپوں اور ٹینکوں کے استعمال سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے حکمت، مذاکرات اور خلوص سے تعاون اور مدد کے جذبہ کی اشد ضرورت ہے۔ قبائلی بھائی بندوق کی نوک پر کبھی نہیں مانیں گے انہیں رام کرنے کے لئے محبت اور حکمت کی ضرورت ہے طاقت کی نہیں۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (جنوبی) کے رفیق جناب حافظ اقرار الحق کا 8 سالہ بیٹا بقضائے الٰہی وفات پا گیا ہے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء احباب سے مرحوم کیلئے دعائے مغفرت اور لواحقین کیلئے صبر جمیل کی درخواست ہے۔

اعلان داخلہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست ڈاکٹر اسرار احمد

☆ بی اے سال اول میں داخلے جاری ہیں

☆ جدید سہولیات سے آراستہ ہاسٹل کی سہولت موجود ہے۔

بورڈ اور یونیورسٹی کی معیاری نصابی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا جامع پروگرام

☆ سنجیدہ و باوقار ماحول ☆ شاندار عمارت ☆ قابل اور مخلص سٹاف

اظہار تشکر

لاہور بورڈ کے انٹرمیڈیٹ فائنل کے حالیہ امتحان میں شاندار کارکردگی پر ہم تہہ دل سے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، جس کی توفیق سے کالج ہذا کے ایک ہونہار طالب علم حامد سجاد نے لاہور بورڈ میں آرٹس گروپ میں 828 نمبر لے کر تیسری پوزیشن حاصل کی، جبکہ ایک اور ذہین طالب علم حسین عاکف نے اسی گروپ میں 814 نمبر لے کر امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی

جبکہ کالج کا مجموعی رزلٹ 88 فیصد رہا

Email: college@tanzeem.org

منتخب تحریکی نظم

نوجوانوں سے

رحمان کیانی

حذر اہل سیاست سے ہے لازم
کہ بت نکلیں گے ان کی آستیں سے
بتائیں گے تمہیں کیا پیر و مُلّا
تعلق ہی نہیں جن کا زمیں سے
بچو دانشوروں سے پیار جن کو
ہے سرحد پار اک پردہ نشیں سے
محمدؐ کا غلامِ خاص کوئی
عزیزو ڈھونڈ کر لاؤ کہیں سے
ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح جس کا
دروں پُرنور ہو سوزِ یقیں سے
جلا دے جو صلاح الدینؒ بن کر
سروں کے کھیت تیغِ آتشیں سے

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور '

بانی تنظیم اسلامی **حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب** دامت برکاتہم

دہلی میں

شیخ رحیم الدین

ہر سال اگست کے مہینے میں ہمارے پڑوسی ملک انڈیا کے دارالحکومت دہلی میں ''کتاب میلہ'' کا انعقاد ہوتا ہے جو کہ اس سال 21 راگست سے 29 راگست تک محیط تھا۔ انجمن کی انتظامیہ نے اس میلہ میں شرکت کا ارادہ کیا تاکہ اپنی دعوتِ قرآنی کو وہاں پر پھیلایا جائے۔ اس ضمن میں کام کے لئے راقم الحروف (شیخ رحیم الدین) اور شاہد ندیم کے نام قرعۂ فال نکلا۔

انجمن کی شائع کردہ کتب اور تیار کردہ دورۂ ترجمہ قرآن کی سی ڈیز اور دیگر دینی موضوعات پر صدر مؤسس کے خطبات کی سی ڈیز دہلی روانہ کر دی گئیں اور ہم دونوں 18 راگست کی صبح بذریعہ بس دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔

19 راگست کے دن دہلی کے معروف عالم دین مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب سے ان کے مکان پر ملاقات ہوئی۔ مولانا نے انتہائی شفقت و محبت سے استقبال کیا۔ اپنی یادداشت پر زور ڈالتے ہوئے گزشتہ باتیں یاد کرنے لگے اور محترم ڈاکٹر صاحب کی صحت اور مصروفیات کے بارے میں دریافت فرمایا۔ ہمارے جواب دینے پر آپ نے فرمایا ''میاں ہم بھی گاہے بگاہے ڈاکٹر صاحب کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں بذریعہ QTV۔ اللہ نے انہیں اپنی کتاب عزیز کی خدمت کے لئے چن لیا ہے اور انہیں تقریر کا فن آتا ہے اور یہاں دہلی میں لوگ انہیں بہت ہی شوق سے سنتے ہیں''۔

یہ ایک ایسے عالم دین کی گواہی ہے جو دہلی کے دینی حلقہ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ دہلی میں چند نوجوانوں مثلاً محمد رضوان قریشی' محمد وسیم صاحب' محمد خالد صاحب' عبدالحفیظ اور مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے افتخار حسین صاحب سے بہت ہی اچھی اور مفید ملاقاتیں رہیں۔ ان حضرات کی زبانی معلوم ہوا کہ صدر مؤسس حضرت ڈاکٹر صاحب Q.T.V کے حوالہ سے دہلی کے ہر مسلم گھرانے میں موجود ہیں اور باجماعت آپ کے پروگرام کو دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ نیز سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علماء المسلمین میں آپ بلاتفریق مسلک و مشرب یکساں مقبول ہیں۔ اور ان سب باتوں کی تصدیق اس وقت ہوگئی جب ہمارے سٹال پر ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ قرآن اور دوسرے موضوعات پر آپ کی سی ڈیز چلائی گئی تو واقعی میلہ کا سماں بن گیا اور ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ مسلمان حضرات ایک دوسرے کو یہ کہہ کر بلا رہے تھے کہ وہ دیکھو Q.T.V والے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا پروگرام چل رہا ہے اور پھر وہ ہم سے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لے۔

ایک دن پانچ چھ افراد پر مشتمل ایک ٹولی آئی اور وہ موصوف کا خطاب سننے لگی۔ اس وقت جنین کے موضوع پر بحث فرما رہے تھے۔ ان افراد نے مجھ سے سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحب P.H.D ہیں یا M.B.B.S میں نے عرض کیا۔ M.B.B.S ہیں تو ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے میں نہ کہتا تھا کہ یہ M.B.B.S ہیں کیونکہ ایسی باتیں صرف M.B.B.S ہی کر سکتا ہے۔

ہمارے سٹال پر مشہور کالم نگار محترم عطاء الحق قاسمی' اور مشہور مقرر اور خطیب محترم عبدالجبار شاکر صاحب خاص طور پر تشریف لائے اور ہمارے دہلی میں سٹال لگانے پر مبارک باد دی اور ڈاکٹر صاحب کے متعلق کلمات خیر فرمائے۔

ایک غیر مسلم جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ' متمول اور چہرہ بشرہ سے انتہائی شریف النفس معلوم ہوتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بک فیئر میں آئے ہوئے تھے سٹال دیکھتے دیکھتے انجمن کے سٹال پر بھی تشریف لے آئے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب تعارف قرآن کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔ ان کی نظریں جونہی ڈاکٹر صاحب کے چہرہ پر پڑیں اور آپ کی آواز ان کے کان میں گئی وہ وہیں پر صامت و ساکت ہو کر کھڑے ہو گئے اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔ قریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ سننے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے ''یہ کون شخص ہے۔ اس کے گلے میں تو بھگوان بول رہا ہے''۔ اس فقرہ سے اس شخص کی معرفت اور حقیقت تک کی رسائی ظاہر ہو رہی ہے۔ قرآن حکیم حق تعالیٰ شانہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ تو واقعی اس شخص کو اللہ تعالیٰ نظر آ رہے تھے۔ میں نے انہیں کرسی پیش کی۔ وہ تین گھنٹے بیٹھے ترجمہ قرآن کی سی ڈیز سنتے رہے درمیان میں ان کے اہل خانہ آ آ کر بتلاتے رہے کہ ہم فارغ ہو گئے ہیں اور گھر جانا چاہتے ہیں مگر وہ ان سے کہتے رہے کہ جاؤ اور دیکھو میں سن رہا ہوں۔ میں نے ان کا اشتیاق دیکھ کر ان کو 'بیان القرآن' کی سی ڈیز تحفہ کے طور پر دیں تو انہوں نے کہا میں اس کا ایک ایک لفظ سنوں گا اور سمجھوں گا۔ جاتے ہوئے انہوں نے ان سی ڈیز کی قیمت ادا کی اور انتہائی تشکر آمیز لہجے سے شکریہ ادا کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ دلی دعا ہے کہ رب کریم ان کو صراط مستقیم دکھائے اور پھر اس کو قبول کرنے کی ہمت بھی عطا فرمائے۔ آمین

پرانی دہلی کے ایک محلے میں رہنے والے سید عرب شاہ صاحب میوزک اور فلم وغیرہ کی سی ڈیز بنا کر فروخت کرتے تھے۔ ایک دن QTV پر محترم ڈاکٹر صاحب کا بیان القرآن دیکھا اور سنا اور پھر اسی کے ہو کے رہ گئے۔ انہوں نے اپنا پچھلا تمام اثاثہ جو ان کے بقول 25 لاکھ کی لاگت سے تیار ہوا تھا اس کو ضائع کر دیا اور اب صرف محترم ڈاکٹر صاحب کے 'بیان القرآن' والی سی ڈیز اور آپ کے خطابات کی سی ڈیز بنا کر ہندوستان میں عام کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب میری زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ ان سی ڈیز کو عام سے عام کروں تاکہ اللہ کا یہ پیغام پورے ہندوستان کے گھر گھر میں پہنچے۔

یکم ستمبر کو ''متحدہ اقلیتی محاذ'' نے ارکان پارلیمنٹ کو ایک فور سٹار ہوٹل میں عشائیہ پر مدعو کیا ہوا تھا انہوں نے نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر مجھے اور شاہد ندیم صاحب کو اس عشائیہ میں مدعو کر لیا اور غیر معمولی طور پر پذیرائی دی۔ کئی ارکان پارلیمنٹ سے ملوایا اور کئی نے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال بھی کیا۔ اسی محفل میں ایک بہت بڑی دینی و

سیاسی جماعت کے ایک اہم عہدے دار سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے درس قرآن سے متعلق دریافت کیا تو فرمانے لگے "ہمارے نوجوانوں کو نہ معلوم کیا ہوگیا ہے کہ وہ ان کے گرویدہ ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک ایک گھنٹہ کا پروگرام دیکھتے ہیں اور ہمارے دس منٹ کے درس میں بھی بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ میں نے بڑے ہی ادب سے دریافت کیا کہ آپ نے کبھی اس کے بارے میں سوچا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ "وہ نئی نئی اور عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں۔ لیکن سنا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا انداز بہت ہی عمدہ ہے"۔ مولانا سے مزید گفتگو جو ہوئی وہ میں نہیں لکھ رہا ہوں کیونکہ اس سے رجال دین کی تضحیک ہوتی ہے۔

دہلی کے قیام کے پندرہ دنوں میں میری جس بھی شخص سے ملاقات ہوئی اس سے میں نے ڈاکٹر صاحب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے یہی جواب دیا کہ وہ ان کا پروگرام برابر دیکھتا ہے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس وقت نہیں دیکھ سکا تو پھر وہ پروگرام جب دوبارہ ٹیلی کاسٹ ہوا ہے اس نے دیکھا ہے۔ کئی نے تو آ کر یہ بھی دریافت کیا کہ کیا ڈاکٹر صاحب بائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں کیونکہ وہ خطاب کے دوران بائیں ہاتھ کا استعمال بکثرت کرتے ہیں۔

اکثر نوجوان آپ کی نجی زندگی سے متعلق جاننا چاہتے تھے۔ میں ہر ایک کو بہت ہی تسلی بخش اور بھرپور انداز میں آپ کے متعلق بتلاتا تھا کہ آپ کی زندگی کتنی سادہ ؟ آپ کا بیڈ روم کس طرح کا ہے۔ اور لباس کس طرح کا پہنتے ہیں۔ ان حضرات کے جوابات دیتے دیتے آخری دن میرا گلا جواب دے گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب دہلی کے ہر پڑھے لکھے مسلمان کے دل میں موجود ہیں۔ اور یہ کلام اللہ کی خدمت کا ایک ادنیٰ تحفہ ہے جو کہ اس دنیا ہی میں مل رہی ہے۔ اور آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے وہ ہمارے فہم و شعور اور ادراک و خیال سے ماوراء ہوگا۔ ان شاء اللہ

پریس ریلیز 10 ستمبر 2004ء

اللہ تعالیٰ کل اختیار کا مالک ہے

دین و شریعت کے مقابلے میں امریکی احکامات کو ترجیح دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی حاکمیت کو عملاً تسلیم نہیں کرتے جو آج کے دور کا بدترین شرک ہے۔ اللہ کی بادشاہی اور حکومت پوری کائنات میں جاری و ساری ہے اور بندے کا کام یہ ہے کہ رب کی اس دھرتی پر بھی اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اس کائنات کے حقیقی مالک و خالق ہی کی مرضی کو اختیار کرے۔ لیکن افسوس آج ملکی معاملات میں ہمارے حکمرانوں اور عوام کی ایک بڑی اکثریت کا طرز عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کل اختیار کا مالک ہے، وہی ہمارا رازق اور خالق ہے لیکن اللہ کے احکامات کے بارے میں آج ہمارا طرز عمل ایسا ہے کہ اس کی بادشاہی صرف آسمانوں میں ہے اور معاذ اللہ زمین پر اس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ ہمارے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمین پر اختیار کا مالک صرف امریکہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے وانا آپریشن شروع کرتے وقت کہا تھا کہ ہم پر کسی کا دباؤ نہیں، ہم یہ آپریشن اپنے قومی مفاد میں کر رہے ہیں اور اگر ہم نے یہ کام نہ کیا تو امریکہ خود یہاں کارروائی شروع کردے گا، گویا ہم نے گن پوائنٹ پر یہ آپریشن شروع کیا تھا۔ اسی آپریشن کے نتائج ہیں جو آج ہم بدامنی کی صورت میں پورے ملک میں بھگت رہے ہیں۔ لیکن ان معاملات سے سبق حاصل کرنے کی بجائے ہم نے وانا میں ایک بار پھر فوجی ایکشن کر ڈالا جس میں اگرچہ حکومتی موقف ہے کہ دہشت گرد ہلاک ہوئے ہیں لیکن مقامی ذرائع کے مطابق اس حملے میں بے شمار نوجوان طلباء اور بچے ہلاک ہوئے ہیں۔ اگر ہم نے اللہ سے بے وفائی کرتے ہوئے امریکہ کو خوش کرنے کے لئے اسی طرح اس کی غلامی اختیار کئے رکھی تو ہمیں انجام بد سے دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔ لیکن اگر ہم اب بھی "ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے، ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات" کے مصداق اللہ پر توکل و اعتماد کی روش اختیار کرلیں، اسی کے دامن سے وابستہ ہوجائیں اور اس کے وفادار بن جائیں تو اللہ کی تائید و نصرت ہمارے شامل حال ہوجائے گی اور پھر کوئی بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ' ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابل اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپا ٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب :950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

علامہ اقبال نے فرمایا

میں ناخوش و بیزار ہوں مَرمَر کی سلوں سے
میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو!
تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو!

تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے چند سفارشات

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ہمارے اس ملک پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کا نفاذ آج تک نہیں ہو سکا۔ اسلام میں تعلیم و تعلم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مگر اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کا شعبہ حد درجہ متاثر ہوا ہے۔ تعلیم کے میدان میں کوتاہی ہی ہماری ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حکومت کی سطح پر مختلف تجربات ہوتے رہے ہیں جن کی بنیاد میں عوام کی فلاح و بہبود کی بجائے اپر کلاس کو فائدہ پہنچانا تھا لہٰذا تعلیم کی سہولتیں چند لوگوں تک محدود رہیں اور عوام الناس پر حصول تعلیم کے دروازے بند رہے۔ جو بھی حکومت آئی اس نے تعلیم کی روشنی عام کرنے کی بجائے جہالت پھیلانے کا پروگرام بنایا۔ اگرچہ پروپیگنڈا اسی بات کا کیا کہ ہم عوام کے خیر خواہ ہیں۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ہمارا ملک تعلیمی میدان میں پسماندہ ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو معکوس ترقی ملک کو جہالت کے سمندر میں ڈبو دے گی۔

اس وقت ملک میں کئی قسموں کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ملک میں بسط و کشاد کے مالک عوام میں درجہ بندی پر یقین رکھتے ہیں۔ عام لوگوں پر تعلیم کے دروازے بند ہیں یا پھر وہ ایسی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں جس کی بنیاد پر کوئی باعزت روزگار نہیں مل سکتا۔ یوں بے روزگاری میں لگاتار اضافہ ہو رہا ہے۔

سرکاری تعلیمی ادارے جہاں فیس اتنی تھوڑی ہے کہ عام آدمی کے وسائل اس کو برداشت کر سکیں ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہاں نہایت محدود تعداد میں طالب علم داخلہ لے سکتے ہیں پھر وہاں تعلیم کا معیار اتنا پست ہے کہ ان اداروں کا رخ صرف مجبور لوگ ہی کرتے ہیں۔ ان اداروں میں نہ صرف تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے بلکہ سٹاف کی کمی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ہزاروں لوگ ڈگریاں سنبھالے بے روزگار پھر رہے ہیں مگر انہیں بھرتی کر کے تعلیمی اداروں میں سٹاف کی کمی کا مسئلہ پتہ نہیں کس مصلحت کے تحت حل نہیں کیا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے سٹاف کی کمی کو پورا کرنے سے سرکاری خزانے پر بوجھ پڑتا ہے جو قابل قبول نہیں اور اس کے مقابلے میں جو جہالت پھیلتی ہے اور بے روزگاری بڑھتی ہے وہ قابل برداشت ہے۔

جب تعلیمی اداروں میں اساتذہ نہ ہوں گے تو نتائج کیسے اچھے آئیں گے چنانچہ جب سرکاری تعلیمی اداروں کے نتائج اچھے نہیں آتے تو ان کو معتوب کیا جاتا ہے اور اب تو سرکاری تعلیمی اداروں کو مختلف ہتھ کنڈوں سے ناکام بنانے کی کوششیں عمداً کی جا رہی ہیں تاکہ ان کو پرائیویٹ سیکٹر کے ہاتھوں بیچ کر پیسے کمائے جائیں اور ان میں داخلہ عام لوگوں کے لئے بند ہو جائے کیونکہ ادارے پرائیویٹ ہوں گے تو فیسیں بہت زیادہ ہوں گی۔ اس وقت سرکاری تعلیمی اداروں سے کئی گنا زیادہ پرائیویٹ ادارے ہیں۔

ایسے تعلیمی اداروں کے قواعد و ضوابط پر کوئی چیک نہیں۔ یہاں صرف وہی طالب علم تعلیم حاصل کر سکتے ہیں جن کے والدین جائز یا ناجائز کمائی سے بڑی بڑی فیسیں ادا کر سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان اداروں میں تعلیمی سہولتیں وافر میسر ہیں۔ سٹاف اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ سٹاف کی کمی کا وہاں کوئی سوال نہیں۔ گویا حصول تعلیم کے لئے وہاں سازگار اور خوشگوار ماحول میسر ہے مگر وہاں کم آمدنی والے والدین تو اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلوا سکتے اور یہ ساری Disparity حکمران طبقہ دیکھ رہا ہے اور برداشت کر رہا ہے۔ کیا حکمران صرف امیروں کی فلاح و بہبود کے ذمہ دار ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے ذہین و فطین بچوں میں سے صرف 25% کی اعلیٰ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور باقی 75% ہونہار بچوں کا Talent ضائع ہو رہا ہے۔ جو قوم اس وسیع پیمانے پر خداداد صلاحیتوں کو ضائع کر رہی ہو اس کی ترقی کے خواب دیکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہماری آبادی کا بیشتر حصہ دیہاتوں میں آباد ہے۔ جہاں تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر وہاں کا بچہ خداداد صلاحیت کے بل پر تعلیمی میدان میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے کسی اچھے تعلیمی ادارے میں داخلہ نہیں مل سکتا کیونکہ اس کا تعلق غریب دیہاتی خاندان سے ہے۔

لاہور کا گورنمنٹ کالج اعلیٰ تعلیمی ادارہ تھا۔ یہاں فیس دوسرے شہروں بلکہ دیہاتوں میں واقع گورنمنٹ کالجز کے برابر تھی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دور دراز کے دیہاتی علاقوں کے باصلاحیت اور ہونہار طلبہ یہاں داخلہ لے سکتے تھے مگر یہ بات بھی گوارا نہ کی گئی اور گورنمنٹ کالج کو پرائیویٹائز کر دیا گیا اس کی فیس سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئیں۔ یوں غریب اور درمیانے درجے کی آمدنی والے خاندانوں کے بچوں پر اعلیٰ تعلیم کی موجودہ سہولت ختم کر دی گئی۔ جس سے ملک کا بیشتر Talent ضائع ہو رہا ہے۔

عوام کی یہ درجہ بندی اس حد تک برداشت کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ اداروں کا نصاب اور ہے اور عام اداروں کا کوئی اور۔ یعنی جن لوگوں کے پاس دولت کے انبار نہیں وہ نصاب بھی دوسرے درجے کا پڑھیں تاکہ آگے جا کر وہ دولت مندوں کے بچوں کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ نصاب کی بات ہوئی تو یہاں بھی دیکھئے کہ نصاب میں سے اسلامی اقدار کو ترقی دینے والے اسباق نکالے جا رہے ہیں اور لادینی اور بے دینی پھیلانے والے اسباق شامل کئے جا رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے اس منصوبے کا مقصد ننھی پود کی دین اسلام سے وابستگی کو کم کرنا اور آزاد خیالی کی طرف مائل کرنا ہے اور یہی ایجنڈا ہے جس پر دشمن اسلام عمل پیرا ہیں۔ سرکاری تعلیمی ادارے خصوصاً کالجز جہاں فیس کم ہے اور عام آدمی کے بچے بھی وہاں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ پرائیویٹ کئے جا رہے ہیں اور نئے سرکاری کالج نہیں کھولے جا رہے۔ خود پنجاب کے صدر مقام لاہور میں سالہا سال سے کوئی نیا سرکاری کالج نہیں کھولا گیا جبکہ آبادی ہر سال لاکھوں کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ گویا پرائیویٹ کالجوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جا رہا ہے تاکہ وہ بڑی بڑی فیسیں تو وصول کریں مگر تعلیمی سہولت صرف جاگیرداروں، سرمایہ داروں یا رشوت خور افسروں کے بچوں کو فراہم کریں۔ کیا یہ چلن کسی محب وطن اور اسلام پسند حکومت کے ہو سکتے ہیں۔

حکمرانوں کے حلقہ اثر میں تو دیہاتی، شہری، غریب، امیر، محنت کش اور جاگیردار بھی آتے ہیں۔ یہ انتہائی بے انصافی ہے کہ حکومت سارے وسائل صرف ایک طبقے کو سہولتیں فراہم کرنے میں لگا دے اور دوسرے طبقات کو جو پہلے ہی محرومیوں کا شکار ہیں ترقی کی راہ پر نہ آنے دے۔

اگر ملک کے تمام باشندوں کی فلاح و بہبود مطلوب ہے تو

1۔ سرکاری تعلیمی ادارے آبادی کے تناسب سے کھولے

جائیں۔ وہاں سٹاف کی کمی نہ ہونے دی جائے اور تمام تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس پر جو خرچہ بھی آئے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی کی خاطر برداشت کیا جائے۔ یعنی بجٹ میں تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے ایک معتدبہ حصہ مخصوص کیا جائے۔ تعلیمی پسماندگی کی قیمت پر روپیہ بچانے کا اصول ترک کیا جائے۔

2۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں زیادہ سے زیادہ فیس کی حد مقرر کی جائے تاکہ یہ تعلیمی ادارے تجارتی مرکز نہ بننے پائیں۔

3۔ پورے ملک میں ایک ہی نصاب رائج کیا جائے۔ ملک کا ہر بچہ وہی نصاب پڑھے۔ امیر اور غریب کی تخصیص ختم کی جائے کہ یہ سراسر ظلم ہے۔

4۔ نصاب میں اسلامی بنیادی تعلیمات پر مشتمل اسباق ہوں۔ مشاہیر اسلام اور ان کے کارناموں کا ذکر ہو تاکہ قوم کے بچے اپنے جلیل القدر آباؤ اجداد کی سیرت و کردار پر نہ صرف فخر کر سکیں بلکہ اپنی کردار سازی کے لئے نمونہ بھی حاصل کر سکیں۔

5۔ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا بندوبست کچھ اس انداز سے کیا جائے کہ ہمارے طالب علم وقت کے ساتھ ساتھ آکسفورڈ، ہاورڈ اور کیمبرج کی درسگاہوں سے بے نیاز ہو جائیں۔

6۔ تعلیمی اصلاحات کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں ہر طبقے کے محب وطن لوگوں کو نمائندگی دی جائے۔ اس میں تجربہ کار ماہرین تعلیم یعنی کالجوں کے پروفیسر، سکولوں کے ہر طبقہ کے استاد، دیہاتی افراد، شہری افراد، پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے مالکان، غریب اور امیر لوگوں کے نمائندوں ساتھ ساتھ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک طالب علم بھی شامل ہوں۔

دعوتِ عمل

ہمیں ہر کام میں اپنی سی سعی کے بعد ''P.U.S.H'' کرنا چاہیئے

بذریعہ ای میل موصول ہونے والی ایک دلچسپ تحریر

یہ ایک اچھا خیال ہے کہ روزانہ کسی چیز کو ''PUSH'' کیا جائے۔

ایک شخص سو رہا تھا کہ اچانک اس نے اللہ تعالیٰ کا نور دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو سامنے موجود ایک پہاڑی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں اپنی پوری قوت سے اس چٹان کو ''PUSH'' کرنا ہے۔ چنانچہ وہ شخص روزانہ اپنی پوری قوت صرف کر کے اس پہاڑی چٹان کو ''PUSH'' کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا۔ کئی سال وہ صبح سے شام تک یہ محنت طلب کام کرتا رہا اور اس نہ ہلنے والی پہاڑی چٹان کو ''PUSH'' کرنے میں اس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ ہر رات وہ شخص تھکا ماندہ اپنی جھونپڑی میں یہ سوچتا ہوا واپس آتا کہ میری آج کی تمام محنت مشقت بے کار چلی گئی ہے کیونکہ میں اس چٹان کو ایک انچ بھی نہیں ہلا سکا۔

جب اس شخص میں مایوسی کے تاثرات پیدا ہونا شروع ہوئے تو شیطان نے اسے دبوچ لیا اور اس کے دماغ میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ مجھے ایک ناممکن کام سونپ دیا گیا ہے۔ ان خیالات کی وجہ سے وہ شخص دل برداشتہ ہو گیا اور مایوسی کے اندھیروں نے اس پر غلبہ پا لیا۔ شیطان نے پھر حملہ کیا اور وہ شخص سوچنے لگا کہ میں اپنے آپ کو اس سخت کام پر ہلاک کیوں کروں۔ مجھے کچھ کم محنت طلب کام کرنا چاہیئے جو میرے لئے بہتر ہو۔ اگرچہ وہ اسی طرح عمل کرنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس نے فیصلہ یہ کیا کہ اپنے ان خیالات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میں نے آپ کی خدمت میں دن رات سخت مشقت میں گزار دیئے اور اپنی تمام طاقت اس کام میں صرف کر دی جو آپ نے مجھے سونپا تھا لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی میں اس چٹان کو آدھا ملی میٹر بھی ''PUSH'' نہیں کر سکا۔ اے اللہ! مجھ سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے اور میں ناکام کیوں ہوا ہوں؟''

اللہ تعالیٰ نے بڑے رحم سے اسے جواب دیا کہ ''میرے دوست! جب میں نے تمہیں ایک کام سونپا تھا اور تم نے اس کام کو کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی تو میں نے تم سے صرف یہ کہا تھا کہ تم اس چٹان کو پوری قوت سے ''PUSH'' کرو، جو کہ تم نے کیا۔ میں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا تھا کہ میں تم سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ تم اس چٹان کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہو۔ تمہارا کام اس چٹان کو صرف ''PUSH'' کرنا تھا اور اب جبکہ تمہاری طاقت ختم ہو چکی ہے تم میرے پاس یہ سوچ کر آئے ہو کہ تم ناکام ہو گئے ہو۔ ذرا سوچو کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے؟ ذرا اپنے اوپر نظر ڈالو۔ تمہارے بازو مضبوط و توانا بن چکے ہیں۔ تمہاری پشت قوی اور بھوری ہو چکی ہے۔ تمہارے ہاتھ مستقل دباؤ کی وجہ سے سخت ہو گئے ہیں۔ تمہاری ٹانگیں مضبوط و توانا ہو گئی ہیں اور تم اس وقت سے کہیں زیادہ قوی ہو چکے ہو جب تمہیں یہ کام سونپا گیا تھا۔ لیکن تم اب بھی اس چٹان کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔ تمہیں صرف تابع فرمانی کرنی تھی اور اس چٹان کو ''PUSH'' کرنا تھا اور یہ ثابت کرنا تھا کہ تم مجھ پر ایمان و یقین رکھتے ہو۔ یہ کام تم نے کر دکھایا ہے۔ اے میرے دوست! اس چٹان کو اب میں ہٹا دوں گا۔''

اکثر اوقات جب ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی فرمان سنتے ہیں تو اپنی عقل کے مطابق یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے۔ جبکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان بنیں اور اسی پر ایمان و یقین رکھیں۔ تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ یقین کامل بلکہ ایمان یہ ہونا چاہیئے کہ صرف اللہ ہی ہے جو پہاڑوں میں بھی لغزش پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا

☆ جب ہر چیز غلط سمت میں جا رہی ہو تو ہمیں چاہیئے کہ عمل یعنی اپنی سی کوشش کے بعد ''PUSH'' کریں۔
☆ جب کام کی زیادتی ہمیں گھیر لے تو بھی ہمیں عمل کے بعد ''PUSH'' کرنا چاہیئے۔
☆ جب دوسرے انسان اس طرح عمل نہ کریں جیسا آپ سمجھتے ہوں تو بھی ''PUSH'' کا عمل دہرائیں۔
☆ جب آپ کی رقم ختم ہو چکی ہو اور ابھی بل ادا کرنے باقی ہوں تو بھی ظاہری تگ و دو کے بعد ''PUSH'' کریں۔
☆ جب لوگ آپ کی بات نہ سمجھیں تو بھی محنت کے بعد ''PUSH'' کا عمل کریں۔

''PUSH'' یعنی P=Pray U= Until S=Something H=Happens

اخذ و ترجمہ: حافظ ندیم الحسن

مقابل ہے آئینہ

گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے!

قاضی عبدالقادر

دعوے تو ایک سے ایک اعلیٰ کئے جاتے رہے ہیں کہ ہم معاشی انقلاب لا رہے ہیں' قوم کی قسمت بدل دیں گے' غربت کو مٹا دیں گے' خوش حالی کے دور کا آغاز ہو چکا ہے' ہم نے بیرونی قرضوں کا کشکول توڑ دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ غربت مٹاؤ مہم بھی جاری ہے' کمیشن بن رہے ہیں۔ صدر مملکت کی زیر صدارت 28 جولائی کو ایک اعلیٰ سطح کا اجلاس بھی ہوا ہے جس میں غربت کے خاتمہ کی تدابیر پر غور کیا گیا اور پروگرام کی منظوری دی گئی۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے لیکن غربت کا گراف نیچے اور نیچے چلا جا رہا ہے!!

بیرونی قرضے اس قدر لئے جاتے رہے ہیں کہ جن کا اکثر حصہ اللّے تللّوں میں صرف ہوا۔ کتنی ہی جیبیں بھریں' لیکن عوام کو ان سے کیا ریلیف ملا' ہاں یہ الگ بات ہے کہ یہ قرضے عوام چکائیں گے۔ ان کا بوجھ عوام پر ہی تو پڑ رہا ہے۔ ممتاز ماہر اقتصادیات ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی نے شعبۂ بین الاقوامی تعلقات جامع کراچی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کے ہر شہری پر 27 ہزار ڈالر کا بیرونی قرضہ واجب ہے تلخ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی پندرہ کروڑ آبادی میں بارہ کروڑ کی مالی حالت بڑی دگرگوں ہے۔ جبکہ آبادی کے ایک تہائی کے قریب یعنی 5 کروڑ 30 لاکھ افراد خطِ غربت کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (''جسارت'' 28 جولائی 2004ء)

گورنر اسٹیٹ بینک نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ زرمبادلہ کے ذخائر اب بارہ ارب ڈالر سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ یہ پچاس ارب کیوں نہ ہو جائیں لیکن خوشی جب ہو جب اس کے اثرات نچلی سطح تک بھی پہنچیں اور عوام کو کچھ ریلیف ملے۔ اسٹیٹ بینک نے سال 2003-2004ء کی جو رپورٹ شائع کی ہے وہ بھی الفاظ اور اعداد کا گورکھ دھندا ہے۔ اس مختصر مضمون میں تفصیل نہیں دی جا سکتی۔ صرف ایک بار کا حوالہ دینا ہے۔ رپورٹ میں اپریل 2004ء میں آٹے کی قیمت ساڑھے بارہ روپے کلو بتائی گئی ہے جب کہ اخبارات کے ریکارڈ کے مطابق اس مہینہ میں کہیں بھی پندرہ سولہ روپے کلو سے کم آٹا دستیاب نہیں تھا۔ یہ سب نمائشی باتیں ہیں اور اعداد کی جادوگری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ چار سال میں عوام سے اقتصادی خوشحالی کے جھوٹے دعوے کئے جاتے رہے ہیں اور عوام کو بیوقوف بنایا جاتا رہا ہے۔ حکومت کی اقتصادی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں ان پالیسیوں کا تسلسل کسی ڈراؤنے خواب سے کم نہیں ہے۔ اقتصادی ماہرین کے مطابق ملک میں افراط زر اور مہنگائی کا مسئلہ بڑی سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔۔۔ اللہ رحم کرے!

آیئے جنرل پرویز مشرف کی صدارت اور جناب شوکت عزیز کی وزارتِ خزانہ کے دوران قیمتوں میں اضافے کا ایک مختصر رسا جائزہ لیں تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ ؎

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

پٹرول کی قیمت میں اس دوران 11 روپے فی لٹر کا اضافہ ہو چکا ہے۔

حیف صد حیف کہ ایک طرف سول اور ملٹری بیوروکریسی ہے۔ بڑے بڑے تاجر اور وڈیرے ہیں۔ ایسے ایسے وزراء ہیں جن پر وزیر ہوتے ہوئے بھی کرپشن کے الزامات ہیں۔ ابھی تک نیب میں مقدمات زیر سماعت ہیں۔ ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے بنکوں سے کروڑوں روپے کے قرضے معاف کرائے ہیں۔ عیش و عشرت ان کے دروازے کی لونڈی ہے اور دوسری طرف عوام کالانعام ہیں جن کی ایک بڑی تعداد کو دو وقت کی روٹی بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ تعلیم' علاج معالجہ وغیرہ ان کی پہنچ سے باہر ہے۔ ان کے لئے جو کچھ منظور ہوتا ہے وہ ان تک پہنچتے پہنچتے درمیان ہی میں تقریباً ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ آہ! بڑوں کی جیبیں بھری ہیں عوام کی خالی ہیں۔ اب عوام کیوں نہ یہ کہیں کہ ؎

تم نے اے عیش کی تقریب منانے والو!
خون آلود جبینوں کو تو دیکھا ہوتا
تم نے عہدوں پہ جھپٹتے ہوئے ظالم گدھو!
زخم کھائے ہوئے سینوں کو تو دیکھا ہوتا
لبِ ساحل پہ ہوئے انجمن آراء تم لوگ
ڈوبنے والے سفینوں کو تو دیکھا ہوتا
''مسندیں'' تم کو مبارک ہوں دعا گو تھے ہم!
تم نے ہم خاک نشینوں کو تو دیکھا ہوتا

صدر ایوب خاں کے دور تک ہم نے واقعی بے مثال معاشی ترقی کی۔ سوتی اور اونی کپڑے ہی کی مثال لیں۔ پاکستان کے قیام کے کئی سال بعد تک صورت یہ تھی کہ بھارت میں کپڑا سستا تھا اور پاکستان میں مہنگا۔ جب پاکستان بنا تو اوکاڑہ اور فیصل آباد (لائل پور) میں سوتی کپڑے کے بس دو تین کارخانے ہی ہوں گے۔ لیکن اس

اشیاء	99ء کی قیمت	جولائی 2004ء	اضافہ
گھی	56 تا 65 کلو	56 تا 70 کلو	5 روپے
چینی	18.75 کلو	20.50 کلو	" 1.75
گڑ	17 روپے کلو	20 روپے کلو	" 3
آٹا	8 روپے کلو	14 روپے کلو	" 6
سوجی	12.25 روپے کلو	15 روپے کلو	" 2.75
میدہ	11 روپے کلو	15 روپے کلو	" 4
چاول بناسپتی	21 روپے کلو	27 روپے کلو	" 6
کرنل چاول	24 روپے کلو	40 روپے کلو	"16
دال مونگ	20 روپے کلو	23 روپے کلو	"3
دال ماش	24 روپے کلو	27 روپے کلو	"3
دال مسور	20 روپے کلو	34 روپے کلو	"14
چنا	20 روپے کلو	34 روپے کلو	"14
سرخ مرچ	50 روپے کلو	67 روپے کلو	"17

مختلف ممالک کی کرنسیوں کے نرخوں میں اضافہ

امریکی ڈالر	53 روپے	59 روپے	6 روپے
سعودی ریال	14 روپے	16 روپے	2 روپے
برطانوی پاؤنڈ	87 روپے	109 روپے	22 روپے
یورو	55 روپے	72 روپے	17 روپے

10 گرام سونے کے نرخ

سونا تیزابی	5362 روپے	7560 روپے	2198 روپے
چاندی تیزابی	87 روپے	116 روپے	29 روپے

کے بعد ہم نے اتنی ترقی کی اور اتنے کارخانے لگائے کہ قیمت اور کوالٹی میں ہم بھارت کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد بھٹو صاحب نے صنعتوں کو قومیا قومیا کر اور بڑی بڑی کارپوریشنیں بنا بنا کر ستیاناس مار دیا۔ جہاں نیشنلائزیشن کا آرا چلے اور نئی نئی کارپوریشنیں بنیں وہاں کرپشن بھی پنجے گاڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ایک طرف معاشی تباہی شروع ہوئی اور دوسری طرف کرپشن کے زہر، فسوق و فجور اور بے حیائی اور بداخلاقی کے سیلاب نے ہماری قوم کے دینی و اخلاقی ڈھانچے کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ جس کی سزا آج تک ہم بھگت رہے ہیں کہ اندرونی و بیرونی بلائیں ہمارے سر پر منڈلا رہی ہیں ـــــ ہماری رسی دراز ہو رہی ہے اور ہم اپنی بداعمالیوں کی بنا پر روز بروز اپنے پروردگار سے دور ـــــ اور دور ـــــ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

تکمیلِ کمال ہوتے ہوتے
تمہیدِ زوال ہو گئے ہم

قرآن حکیم نے اس کی مثال اس طرح دی ہے۔

''اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و امان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے ان کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔'' (سورۃ النحل: 112)

سورۃ قصص (آیت 58) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اور کتنی ہی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں جن کے لوگ اپنی معیشت پر اترا گئے تھے۔''

''بھوک'' یعنی ''غربت'' کا تذکرہ تو اوپر کیا جا چکا ہے۔ ''خوف'' جس پر ہماری خارجہ پالیسی استوار ہے اس کے سلسلہ میں صرف اتنا عرض کئے دیتا ہوں۔

امریکہ کے صدر بش نے جب ہمارے صدر صاحب کو فون کیا (افغانستان پر حملہ سے قبل) کہ بتاؤ دوست ہو یا دشمن؟ تو ہم نے اس ایک ہی کال پر ''دوستی'' کی ''ہاں'' اس طرح بھری کہ گھٹنے ٹیک دیئے اور افغانستان کی پالیسی کے سلسلہ میں فوراً یوٹرن لے لیا۔ اور جھٹ اپنے ہوائی اڈے وغیرہ ان کے حوالے کر دیئے۔

امریکہ کے وزیر خارجہ کولن پاول ایک بار یہ کہہ چکے ہیں کہ میں نے صدر پرویز مشرف کو جو مطالبات پیش کئے انہوں نے سب جوں کے توں تسلیم کر لئے حالانکہ میرا خیال تھا کہ وہ مزاحمت کریں گے اور کچھ باتیں مان لیں گے، کچھ سے انکار کر دیں گے۔

امریکی صدر بش سے ہمارے صدر صاحب کی موانست، محبت، تعلق خاطر، وابستگی، دلداری و دلنوازی کی شہرت ملک کی سرحدوں سے نکل کر بین الاقوامی ہو گئی ہے۔ معروف غیر ملکی صحافی کرسچیا امان پور تک نے ان کا انٹرویو لیتے ہوئے ان کے منہ پر کہا تھا کہ لوگ آپ کو ''بشرف'' (BUSHARRAF) کہتے ہیں۔

آیئے پھر ''غربت'' کے موضوع کی طرف ـــــ!

آج 20 اگست کے روزنامہ جنگ (کراچی) کی خبر کے مطابق ''ایوان صنعت و تجارت کراچی کے ارکان سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر عشرت حسین نے کہا ہے کہ حکومت نے دس سال میں غربت کی شرح کم کرنے کا جامع پروگرام بنایا ہے۔ پاکستان میں ہونے والی اقتصادی پیداوار کے باعث غربت کی شرح چند سال میں 33 فیصد سے کم ہو کر (یہ 33 فیصد تعداد وہ ہے جو خط غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے والوں کی ہے۔ ورنہ تو تعداد 70 فی صد سے زائد ہے) 15 فی صد پر آ جائے گی'' ـــــ ہم تو یہی کہیں گے کہ ترے وعدے پہ جئے ہم۔ لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ ''غربت'' کی وجہ سے جو لوگ مر رہے ہیں یا خودکشی کر رہے ہیں۔ اگلے دس سال میں ان کی رفتار اتنی نہ بڑھ جائے گی کہ وہ خط غربت کے نیچے سے ہوتے ہوئے سطح زمین کے نیچے نہ پہنچ جائیں کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری اور یہ نہ ہو کہ ؎

چلا رہا ہے گورِ غریباں میں نامہ بر
کس کس کو انتظار تھا خط کے جواب کا

یہاں تک لکھ پایا تھا کہ خبر آ گئی کہ وزیر خزانہ شوکت عزیز صاحب ضمنی انتخابات میں کامیاب ہو کر قومی اسمبلی کے رکن بن گئے۔ الیکشن سے قبل انہیں وزیر اعظم نامزد کر دیا گیا تھا۔ بس الیکشن کی کچھ خانہ پری کرنی تھی سو ان سطور کے شائع ہونے تک وہ وزیر اعظم ہو چکے ہوں گے۔ مبارک ہو انہیں صد مبارک۔ لوگ بھی کتنی بدگمانی سے کام لیتے ہیں کہ جمالی صاحب چونکہ زیرِ دام پوری طرح آئے نہیں اور ''جونیجو'' بننے کی کوشش کی تو چلتا کیا گیا۔ اب صدر صاحب کو ایک منیجر کی ضرورت تھی تو شوکت عزیز صاحب سے یہ ''شوکت'' پوری ہو جائے گی ـــــ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھارت میں ایک ٹیکنوکریٹ وزیر اعظم ہے تو ہم بھی اس کے مقابلہ پر ٹیکنوکریٹ ہی کو لائے ہیں مگر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ بھارت نے اپنے ایٹم بم کے محسن کو صدارت کی کرسی پر لا بٹھایا ہے اور ہم نے اپنے محسن کو ـــــ!

شوکت عزیز صاحب کی وزارت خزانہ کے دور میں غربت میں جو بے انتہا اضافہ ہوا ہے اس کا ذکر تو کیا جا چکا اب وزیر اعظم ہو کر وہ اس میں کتنا اضافہ / کمی کریں گے۔ اس سلسلہ میں آج 20 اگست کے اداریہ بعنوان جناب شوکت عزیز، مبارکباد مگر ـــــ!'' بمصداق باغباں راضی رہے، خوش رہے صیاد بھی ـــــ بہت محتاط انداز میں رقم طراز ہے:

جناب شوکت عزیز کے بحیثیت وزیر اعظم پانچ سالہ دور میں معاشی و اقتصادی ترقی کا چرچا اپنی جگہ ہے لیکن عام پاکستانی تک اس کے اثرات پہنچنا تو کجا، بڑھتی ہوئی مہنگائی خواہ وہ داخلی اسباب ہو یا بین الاقوامی حالات کے باعث عوام میں بے چینی اور بے یقینی کو فروغ دینے میں کلیدی ثابت ہوئی ہے۔''

ابھی تو صرف الیکشن میں کامیابی ہوئی ہے تو کراچی کے تاجر و صنعتکاروں کے تاثرات اس طرح ہیں (روزنامہ جنگ 20 اگست 2004ء)

شوکت عزیز کی کامیابی ملک کی معاشی ترقی و خوشحالی کا پیش خیمہ ہے۔ (پیش خیمہ کے الفاظ پر غور فرمایئے!)

اقتصادی صورتحال مزید بہتر ہو گی۔ (مزید بہتر ہو گی کس کے لئے؟)

معاشی انقلاب برپا ہو گا۔ (انقلاب زندہ باد!)

ان کی جیت حکومت کی کامیاب معاشی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ (کامیاب معاشی پالیسیوں کے بارے میں غریبوں سے پوچھئے!)

یہ تو ابتدا ہے جب وہ وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھا لیں گے تو پھر مراعات یافتہ طبقے اور مفاد پرست عناصر کی طرف سے مدح و تعریف کے جو ڈونگرے برسائے جائیں گے اور یہ بتانے کے لئے کہ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں'' ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی جو کوشش ہو گی اس پر ہمیں یہ شعر یاد آ رہا ہے ؎

یہ بزم مے ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

اور ـــــ

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بارِ منت درباں کئے ہوئے
دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

ضرورت رشتہ

بیٹی، 22 سالہ MBA فائنل ایئر، دراز قد، خوبصورت، خوب سیرت، شرعی پردہ کی پابند اسلام آباد میں مقیم کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: معرفت سردار اعوان، K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 03-5869501

یہ اسلام کی جنگ ہے

سردار اعوان

جن لوگوں کا خیال تھا کہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' اصل میں اسلام کے خلاف جنگ ہے انہیں ''اسلام والے'' Islamists کہہ کر رد کر دیا گیا تھا۔ اس وقت میں نہ ماننوں والوں کے لئے بش کا ''صلیبی جنگ'' Crusade کے الفاظ استعمال کرکے بعد میں مکر جانا مژدہ جانفزا تھا۔۔۔ مگر اب جوں جوں سچائی سامنے آرہی ہے اور امریکہ میں دونوں سیاسی جماعتیں' بش انتظامیہ کے جیالے اور سیاسی تجزیہ نگار۔۔۔ سچ بات کہنے کی جرأت کر رہے ہیں' تو میں نہ ماننوں والوں کو منہ چھپانا پڑ رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ حقائق خود بخود سامنے آرہے ہیں' جنگی رہنما اپنے اصل عزائم اب مزید پوشیدہ رکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ عزائم کا جہاں تک تعلق ہے 9/11 کمیشن رپورٹ میں ''پس چہ باید کرد'' یعنی کرنا کیا ہے۔۔۔ کے باب میں کمیشن کا کہنا ہے کہ ہماری دشمنی صرف دہشت گردوں سے جسے 'Some generic evil' یعنی کچھ مخصوص گروہ کی کارستانی کا نام دیا گیا ہے' نہیں بلکہ اسلام والوں کی دہشت گردی سے ہے۔ کمیشن کی طرف سے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی گئی' یہ عزائم پہلے روز سے عیاں تھے۔ البتہ جنہوں نے نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے اس سے ان کا منہ ضرور بند ہو گیا ہے۔ کمیشن کی رپورٹ سے تین روز قبل کمیٹی برائے فوری خطرہ CPD 'کو جو سرد جنگ کے آغاز میں قائم ہوئی تھی اسے از سر نو زندہ کیا گیا ہے۔

''عالمی خطرہ کی نوعیت'' پر روشنی ڈالتے ہوئے سی پی ڈی کی ویب سائٹ www.fightingterror.org پر بتایا گیا ہے کہ کمیٹی کی تجدید کا سبب وہ خطرہ ہے جو امریکہ اور جمہوریت کو اسلامی دہشت گرد تنظیموں سے لاحق ہے۔ ویب سائٹ پر درج Mission Statement میں جزوی طور پر کہا گیا ہے ''ہمارا مشن امریکی عوام کو عالمگیر اسلامی دہشت گردی کی تحریک سے درپیش خطرہ سے روشناس کرانا اور انہیں دہشت گردوں کے خلاف الطمینان دلانا اور ان کی ہمت بندھانا ہے۔''

واشنگٹن پوسٹ کے 20 جولائی 2004ء کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے ایک مضمون میں سینٹر Kyl اور Lieberman کا یہ موقف پیش کیا گیا ہے کہ ''اسلامی دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ اس دور کا کڑا امتحان ہے۔'' ان عزائم کی تاکید وحمایت میں Daniel Pipes اور نیویارک ٹائمز کے David Books جیسے امریکی اکیلے نہیں ہیں جنہوں نے لکھا تھا کہ ''جیسا کہ (9/11 کمیشن) رپورٹ میں بتایا گیا ہے۔ ہمارے مدمقابل وہ لوگ ہیں جو ایسے مسخ شدہ اسلام پر یقین رکھتے ہیں جس کا سلسلہ ابن تیمیہ سے سید قطب تک پھیلا ہوا ہے' دہشت گردی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کو ساتھ ملانے کا محض ایک ذریعہ ہے۔'' بلکہ برطانوی میڈیا بھی ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے ممتاز روزنامہ سنڈے ٹیلی گراف نے Will Cummins کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں اسلام کے ''تاریک چہرہ'' کی بجائے اس کے ''تاریک دل'' پر کڑی نگاہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ''کتوں کی طرح بعض خصائص تمام مسلمانوں میں یکساں طور پر موجود ہوتے ہیں'' ان میں کسی نہ کسی طرح ایسے سب لوگوں کو ختم کر دینے کی خواہش بھی ہے جو ان سے مختلف عقیدہ رکھتے ہیں۔''

اٹلی کے سب سے بڑے روزنامہ Corriere Della Sera نے ایک مشہور صحافی کی ایک کتاب شائع کی جس میں یورپ پر عربوں کے حملہ سے خبردار کیا گیا ہے۔ Oriana Fallaci نے اپنی اس کتاب میں حکام کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا کہ انہوں نے یورپ کو ''عروبیا'' اور ''اسلام کی کالونی'' بننے سے روکنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ مذکورہ اخبار نے Fallaci کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ''اس عورت نے سچائی کو اجاگر کرنے میں بڑی جرأت سے کام لیا ہے۔''

Nicholas Kristoff نے نیویارک ٹائمز (4 اگست) میں لکھا ہے:

''بنیاد پرست مسلمان قرآن کے ہر ہر لفظ کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آزاد خیال دانشوروں کو کافر قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے مسلمان دانشور خوف زدہ رہتے ہیں اور تنگ ذہن انتہاپسند اسلام کے مبلغ بن جاتے ہیں۔ یہاں جو بات نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ کہ ان کے نزدیک بنیاد پرست اور انتہاپسند وہ ہیں جو قرآن کو اللہ کا کلام تصور کرتے ہیں۔''

اب ایک نظر حقائق پر:

امریکی محکمہ خارجہ کی سالانہ رپورٹ 'عالمگیر دہشت گردی کے نمونے 2003ء (www.state.gov) جو اپریل 2004ء میں شائع کی گئی ہے' کے مطابق 76 تنظیمیں ایسی ہیں Designated Foriegn Terrorists Organisations ہیں یا دیگر دہشت گرد Other Terrorist Groups کے طور پر موجود ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ان میں 36 یعنی نصف سے قدرے کم اسلامی رجحان کی حامل ہیں' بقیہ 40 کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جن میں مثال کے طور پر کمبوڈین فریڈم فائٹرز' آئرش ریپبلکن آرمی اور پیرو کی سنڈرو لومنوسو وغیرہ۔

مذکورہ بالا 36 اسلامی رجحان کی حامل تنظیموں میں سے 29 تنظیمیں ملکی نوعیت کی ہیں جنہیں امریکہ وغیرہ سے کوئی پرخاش نہیں۔ اگر کوئی گروہ الجزائر میں اسلامی ریاست کے قیام کے لئے جہاد کر رہا ہے تو اسے امریکہ میں دہشت کرنے کی کیا پڑی ہے؟ اس طرح کی کم از کم 6 تنظیمیں صرف کشمیر اور 3 چیچنیا کی آزادی کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اسی طرح 5 تنظیمیں اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ اور جبر و استبداد سے نجات کے لئے کوشاں ہیں۔ الغرض 29 ملکی نوعیت کی تنظیموں میں سے بیشتر محض اپنے اپنے ممالک میں عادلانہ اور منصفانہ سیاسی نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں' ان میں سے کسی نے بھی امریکہ کے خلاف جنگ کا اعلان نہیں کیا۔ رونلڈ بروس Ronald Bruce کے حالیہ مضمون کی رو سے' جو فارن پالیسی ان فوکس میں شائع ہوا ہے: ''گو ان میں سے کئی گروہ القاعدہ سے ہمدردی رکھتے ہیں مگر ماہرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی گروہ اسامہ بن لادن کی تنظیم کے ساتھ منسلک نہیں ہے۔'' لیکن جنگ کا رخ ''دہشت گردی'' سے ''آئیڈیالوجی'' کی جانب ہونے سے ''اسلامی دہشت گرد'' تنظیموں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا کیونکہ آئیڈیالوجی کے بنیاد قرار پانے سے مسلمانوں کی کوئی بھی تنظیم خواہ وہ ISNA ہو یا ICNA' IANA ہو یا IONA' CIC' IIIE, CAIR, TINA وغیرہ ہم سب دہشت گردی کی ذیل میں شمار ہوں گی' نام سے فرق نہیں پڑتا۔ مسلمانوں کی تنظیم ہوگی تو لامحالہ اس کا تعلق اسلام کے ساتھ پایا جائے گا

اور آئندہ امریکی محکمہ خارجہ کی سالانہ رپورٹ میں بطور دہشت گرد تنظیم اس کا نام شامل ہو گا۔ مزید برآں 9/11 کمیشن کی رپورٹ نے بھی اس کے لئے خاصی راہ ہموار کر دی ہے۔ گویا مسلم تنظیموں کے دن اب گنے جا چکے ہیں لیکن اب بھی وقت ہے کہ یہ تنظیمیں اپنے اپنے خول سے باہر آئیں اور یکجا ہو کر آنے والے وقت کے لئے خود کو تیار کریں۔ انہیں چاہئے کہ ایک قیادت اور ایک پروگرام کے تحت منظم ہوں' یا پھر۔ آئیڈیالوجی وغیرہ کو بھول کر سیکولرزم کا نوالہ تر بننے کے لئے تیار ہو جائیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف شروع ہونے والی جنگ اتنی جلدی اسلامی نظریہ کے خلاف جنگ میں کیوں تبدیل ہو گئی؟ اس لئے کہ اصل ہدف ہے ہی اسلام' دہشت گردی کا ڈھونگ نظریہ ضرورت کے تحت رچایا گیا تھا۔ ابھی بھی مصلحتاً معاملہ گنڈمڈ رکھا گیا ہے۔ 9/11 کمیشن کی رپورٹ کے باب-12 میں جو حکمت عملی تجویز کی گئی ہے اس میں اصل سبب اور نام نہاد سبب میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ مثلاً رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''ہمارے دشمن صرف دہشت گرد نہیں...... بلکہ اسلامی دہشت گرد ہیں...... (انتہا پسند اسلام) کو بن لادن کے ذہن میں پیدا ہونے والے خدشات سے مزید ہوا ملی ہے جو اسے مشرق وسطیٰ میں امریکی فوجوں کی موجودگی۔ عرب مخالف' اسلام مخالف امریکی پالیسیاں اور اسرائیل کی بے جا امریکی حمایت کے بارے میں لاحق ہیں۔ چنانچہ بن لادن اور اسلامی دہشت گردوں کے نزدیک امریکہ تمام برائیوں کی جڑ اور زہریلا سانپ ہے۔ جس کا کچلا جانا ہی بہتر ہے''۔ جبکہ اصل سبب نہ اسامہ ہے نہ اس کے یہ ''خدشات'' بلکہ فی الواقع امریکی افواج کی مشرق وسطیٰ میں موجودگی' اس کی پالیسیاں اور بے جا اسرائیلی حمایت ہی اصل سبب ہیں اور مسلمان واقعتاً یہی سمجھتے ہیں' نہ کہ بن لادن کی سوچ کی وجہ سے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کے نتائج مسلمان گزشتہ نصف صدی سے عملاً بھگت رہے ہیں؟ بلکہ بعض غیر مسلم بھی ان حقائق کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔

جو لوگ ان حقائق کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ اسے اسلام کے خلاف جنگ بھی نہیں مان سکتے' خواہ دنیا سے اس بنا پر مسلمانوں کا صفایا ہی ہو جائے۔ بہر حال ہمارے لئے بطور مسلمان دو ہی راستے ہیں' اسلام یا خود کشی۔ تن من دھن کے ساتھ اسلام کی خاطر کھڑے ہوں یا پھر قربانی کا بکرا بنیں۔

گوشۂ خواتین

ظلمت کی دلدل سے روشنی کی طرف

اخت کلیم اللہ

❁ میں امریکی معاشرے میں پلی بڑھی ایک نام کی مسلمان لڑکی تھی۔ میں اب بھی سوچتی ہوں کہ کاش میں جس دن پیدا ہوئی اس دن مر کیوں نہیں۔ میری بہنو! جس معاشرے میں میں نے آنکھ کھولی' بظاہر پُرکشش نظر آتا ہے لیکن اندر سے بالکل کھوکھلا ہے۔ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی اس لئے ناز و نعم میں پرورش پائی۔ ہم گھر والے صرف نام کے مسلمان تھے۔ گھر میں کسی کو نماز پڑھنا نہیں آتا تھا' روزوں کا تو تصور ہی نہیں تھا' قرآن مجید کو جانتے تک نہیں تھے۔ بس ماں باپ نے سکھایا تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ والدین صبح نکلتے تو 12 سے 1 بجے رات کو لوٹتے۔ اسی طرح ہم بہن بھائی بھی ایک دوسرے سے بے خبر رہتے۔ ہفتوں بلکہ مہینوں تک ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی' بہن بھائی ایک دوسرے کے لئے بیگانے بن گئے تھے۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا۔ میری بہنوں کی شادی ہو گئی اور میں یونیورسٹی تک پہنچ گئی۔ میں صبح یونیورسٹی کے لئے نکلتی تو رات کو لوٹتی۔ اسی طرح بھائی بھی ہفتوں ہفتوں تک گھر سے غائب رہتے۔ ماں باپ جو بچوں کے سر کا سایہ ہوتے ہیں' وہ بھی اس معاشرے میں اتنے کھو گئے تھے کہ ان کو بچوں کا خیال ہی نہیں تھا۔

اس دوران پاکستان سے ہماری نانی گئیں۔ نانی بہت پرہیزگار اور پیاری خاتون تھیں۔ ہم سے بہت پیار کرتی تھیں' انہیں جب ہمارے گھر کے ماحول کا پتہ چلا تو بہت روئیں اور ہمیں سمجھانے لگیں' لیکن ہمیں تو ہوش ہی نہیں تھا' ان کی باتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ میرے گھر سے باہر جانے اور میرے کپڑوں پر اعتراض کرتی تھیں' لیکن میں توجہ ہی نہیں دیتی۔ ایک دن نانی نے مجھے ڈانٹا اور دوسرے کپڑے پہننے کے لئے کہا۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے نانی کو ایک زوردار تھپڑ مارا' نانی بے چاری گر گئیں اور میں گھر سے نکل گئی۔ اس دن میں بہت زیادہ پریشان رہی' شام کو جلدی گھر آ گئی اور سو گئی۔ ایک انجانے سے درد نے سونے نہیں دیا اور پوری رات روتی رہی۔ آدھی رات کے قریب نانی کے کمرے میں آ گئی۔ نانی اس وقت تہجد کی نماز سے فارغ ہو گئی تھیں' مجھے دیکھتے ہی وہ رو پڑیں اور مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پہلی بار مجھے سکون سا ملا گیا ہم دونوں خوب روئیں۔ نانی اماں نے مجھے نماز سکھائی اور پھر میں رفتہ رفتہ نماز پڑھنے لگی۔ اب میں یونیورسٹی بھی کم جانے لگی' سارا سارا دن قرآن پاک اور نماز سیکھتی' قرآن پاک سے زیادہ کشش میں نے کسی اور کتاب میں نہیں دیکھی۔ چند دن تو یونیورسٹی بغیر پردے کے گئی پھر نانی اماں کی محنت رنگ لائی اور میں نے شرعی پردہ شروع کر دیا۔

پہلے دن جب میں یونیورسٹی پردے میں گئی تو تمام دوستوں نے طرح طرح کی باتیں کیں' مجھے دہشت گرد کے نام سے پکارنے لگیں' جہاں بھی جاتی میرا مذاق اڑایا جاتا' اساتذہ جب کلاس میں آتے تو کہتے کہ اس کی تلاشی لو ایسا نہ ہو کہ ہمیں بم سے اڑا دے۔ لیکن میں سب کچھ برداشت کرنے لگی۔ لیکن جب میرے ماں باپ کو پتہ چلا تو وہ مجھ پر خوب برسے' نانی کو بھی برا بھلا کہا۔ اسی اثناء میں ہمارے گھر میں ایک پارٹی کا اہتمام ہوا' اس میں میرے باپ کے سب دوستوں نے شرکت کرنی تھی۔ مجھے پہلے سے خبردار کیا گیا کہ پارٹی والے دن بغیر پردے کے پارٹی میں شریک ہونا ہے ورنہ پھر ہمارے دوست ہم پر ہنسیں گے۔ جب پارٹی والے دن میں پردے میں آئی تو باپ نے بہت مارا' مجھے اور میری نانی کو اسی وقت گھر سے نکال دیا۔ اپنی ایک سہیلی سے کچھ رقم لے کر میں اور نانی پاکستان آ گئیں۔ اس واقعے کو 3 سال ہو گئے ہیں' لیکن میرے ماں باپ نے ابھی تک میرے متعلق پوچھا تک نہیں۔

میری بہنو! میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں' جس نے مجھے اس غلیظ معاشرے سے نجات دلائی۔ یہاں آ کر مجھے ایسا لگا کہ میں بالکل ایک محفوظ پیار بھری دنیا میں آ گئی ہوں۔ مجھے امریکا کی کسی چیز کا بھی غم نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ' بہن بھائیوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور انہیں صحیح راستہ دکھلائیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

❁ ❁ ❁

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ناظم اعلیٰ کا دورۂ کراچی مورخہ 26 اگست 2004

کورنگی تنظیم:

مورخہ 26 اگست 2004ء بعد نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں جناب محمد نسیم الدین صاحب اور تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی صاحب نے تنظیم اسلامی کورنگی کے رفقاء سے ملاقات کی۔ تنظیم اسلامی کورنگی کے امیر جناب عامر خان صاحب نے تنظیم کے رفقاء کی کل تعداد' تنظیم کے تحت ہونے والے دروسِ قرآن کے حلقوں و پروگرامات' اُسروں کی تعداد کے بارے میں بتایا۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی صاحب نے رفقاء سے تعارف حاصل کیا۔ بیشتر رفقاء نے کہا کہ اس طرح کی ملاقات کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہنا چاہئے۔ امیر تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید صاحب اور ان کے معاونین نے رفقاء کے اندر تحریک پیدا کرنے اور رفقاء ملاقات کا جو طریقہ وضع کیا ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے اس قسم کی سرگرمیوں سے رفقاء اور نظم بالا کے درمیان تعلق کو بہتر استوار کیا جا سکتا ہے۔ آخر میں تنظیم اسلامی کورنگی کے امیر جناب عامر خان صاحب نے جناب محمد نسیم الدین صاحب اور جناب اظہر بختیار خلجی صاحب کی تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔ مسنون دعا پر نشست کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: توحید خان' معتمد تنظیم اسلامی' کورنگی)

لانڈھی تنظیم:

مورخہ 26 اگست 2004ء کو بعد نماز عشاء تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب نے تنظیم اسلامی کراچی لانڈھی کا دورہ کیا۔ آپ کا یہ دورہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ اس طرح رفقاء اور مرکزی قیادت میں ایک رابطہ قائم ہوتا ہے جس سے تنظیمی سرگرمیوں پر گہرا اثر پڑتا ہے اور رفقاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

ناظم اعلیٰ کا یہ پروگرام ہنگامی بنیادوں پر تھا جس کی اطلاع صرف ایک رات قبل ہی ہو سکی تھی تاہم لانڈھی تنظیم کے 24 میں سے 21 رفقاء نے شرکت کی۔ ناظم اعلیٰ نے سب سے پہلے مقامی تنظیم کے امیر جناب ریاض الاسلام فاروقی صاحب سے مقامی تنظیم کی سرگرمیوں اور اسروں کی تعداد نقباء کے ناموں کے ساتھ حاصل کیا۔ بعد ازاں' تمام رفقاء سے تعارف حاصل کیا۔ انہوں نے اپنا تعارف بھی کرایا اور مقامی تنظیم کی سرگرمیوں سے متعلق تحسین آمیز کلمات کے ساتھ حوصلہ افزائی فرمائی۔

انہوں نے فرمایا کہ انقلابی رنگ میں اضافہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ انقلابی فکر کے حامل افراد آگے آئیں۔ اس سلسلہ میں نماز کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ پچھلی صفوں کے نمازی اگلی صف کے خالی جگہ کو پر کرتے ہیں' اسی طرح تنظیمی ذمہ داریوں کے لئے رفقاء کو آگے آنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ شیطان انسان کے تعاقب میں ہے اس لئے اس سے چوکنا رہنا ہوگا۔ انسان کا زعم اور اس کی عصبیت کوئی حیثیت نہیں رکھتی وقت پڑنے پر وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف دیکھتا ہے۔

رفقاء تنظیم اسلامی لانڈھی پر اس ملاقات کا گہرا اثر ہوا اور سب نے کہا کہ اس قسم کی ملاقاتیں ہوتی رہنی چاہئیں تاکہ تنظیمی سرگرمیوں میں تیزی آئے۔ کسی بھی انقلابی جماعت میں اس قسم کی سرگرمیاں کارکنوں میں انقلابی جذبے کو پروان چڑھاتی ہیں۔ یہ پروگرام رات گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: محمد عمیر' معتمد تنظیم اسلامی کراچی' لانڈھی)

شب بسری تنظیم اسلامی ایبٹ آباد

28 اگست 2004ء بعد از نماز عصر دفتر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد میں شب بسری کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے عبدالرحمٰن رفیع صاحب نے سورۃ الانفال کی منتخب آیات کا درس دیا۔ تقریباً 15 رفقاء و احباب اس میں شریک تھے۔ بعد ازاں معتمد حلقہ جناب عبدالغفور صاحب نے چند اہم امور کی طرف رفقاء کی توجہ دلائی۔ اس کے بعد حال ہی میں ایبٹ آباد منتقل ہونے والے رفیق تنظیم جناب غلام خیر البشر فاروقی صاحب نے گفتگو کی۔ انہوں نے تنظیم میں شمولیت کے بارے میں بتایا اور بعد از نماز مغرب تاریخ بنی اسرائیل' قربِ قیامت کے حالات اور چند دیگر تاریخی واقعات کے بارے میں مفصل گفتگو کی۔ نماز عشاء کے بعد طعام اور آرام کا وقفہ تھا۔ نماز فجر جامع مسجد موتی میں ادا کی گئی اور درسِ قرآن میں شرکت ہوئی۔ دفتر تنظیم میں راقم نے "عبادتِ ربّ" کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس کے بعد "یاد دہانی حدیث" کے پروگرام میں ناظم تربیت نے ایک حدیث بمعہ حوالہ یاد کروائی۔ بعد ازاں راقم نے فرائض دینی میں سے تیسرا فریضہ بیان کیا۔ اس کے بعد سلطان صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ پھر ذوالفقار علی صاحب نے کتاب "مسلمان اُمتوں کا ماضی' حال اور مستقبل" میں سے باب دوم کا مطالعہ کروایا۔ آخر میں نئے شامل ہونے والے رفیق ثاقب رحمان نے کتاب "احکام میت" میں سے "باب الجنائز" کا مطالعہ کروایا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اسے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین) (مرتب: اسد قیوم)

اُسرہ دیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع

اُسرہ دیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام 21 اگست 2004ء بمقام جامع مسجد مائی مسر (سندرول) میں منعقد ہوا۔ حسبِ پروگرام ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی جناب غلام اللہ خان حقانی صاحب ہمراہ تنظیم اسلامی بی بیوڑ کے چار رفقاء (جن کے امیر جناب ممتاز بخت صاحب تھے) تشریف لائے۔ دیر سے پانچ رفقاء اور ایک حبیب نماز عصر سے پہلے پہنچے۔

بعد از نماز عصر پروگرام کا آغاز ہوا۔ مولانا صاحب نے (فرائض دینی کا جامع تصور) پر مفصل خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 60 تک تھی۔

دوسری نشست بعد از نماز مغرب شروع ہوئی۔ جس میں مولانا صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو تقریباً 25 افراد نے سنا۔ چونکہ یہ گاؤں دیر سے تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کی بنا پر عشاء کی نماز میں لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔

دوسرے دن بعد از نماز فجر درسِ قرآن ہوا۔ جو کہ ممتاز بخت صاحب نے دیا۔ اس میں چند لوگ اور باقی مسجد کے مدرسے کے طلباء شریک تھے۔ درسِ قرآن کے بعد مسجد کے امام صاحب نے ناشتے کی پُرزور دعوت دی' جسے قبول کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

اسی کے ساتھ ہمارا یہ ایک روزہ دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: سعید اللہ خان' دیر)

5 ستمبر 2004ء کو **ایوان اقبال** لاہور میں

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب نے

اسلام میں پردے کے احکام

اور

UNO کا سوشل انجینیرنگ پروگرام

کے موضوع پر ایک انتہائی جامع اور اہم خطاب فرمایا

اس کی ویڈیو سی ڈیز تیار کر لی گئی ہیں

کل تعداد: 3 VCDs

قیمت: -/120

ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**

36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 03-5869501

www.tanzeem.org e-mail: maktaba@tanzeem.org

citizen, let alone high ranking officers of an institution that many Pakistani still want to respect in this country. Still, no one seems to even care about the information that is resurfacing about the detained army officers. It seems to be another Turkey in the making.

Some of the following Pakistan military officers are detained in 6 by 6 feet spaces, with conditions little different than what the Iraqi and Afghans are suffering at countless Abu Gharibs.

Following are some of the profiles of the army officers languishing in Pakistani gulag under the wings of the Fourth Reich.

- Col. Khalid Abbasi, Core of Signals (Pak Army No: PA-20082) worked at various ranks as Communication Engineer. As a devoted soldier, he was deeply inspired by the Pak Army's motto "Eman, Taqwa, Jehad Fe Sabeelillaho" — Jihad, fear of Allah and Jihad in the cause of Allah. Col. Abbasi devoted his life for the country. During the Kargil War, 1999. According to reports, he made an official request to GHQ to post him at the war front, but the request was denied due to non- availability of a commanding post at the border. He made a further request for his demotion in rank in order to facilitate his posting at the border. But GHQ did not approve his request. This is all on record in GHQ files. Such a motivated and decorated solider has been picked up by Einsatzgruppen agencies on 30 May 2003 on un-known charges and since then, did not return to his home.
- Lt. Col. Ghaffar Babar Saffarzai, Army Aviation (PA-18212) pilot hails from D. I. Khan. He also has an extra-ordinary professional record in Pak Army. About a year ago, one fine morning, he went to his office at HQ Army Aviation, Rawalpindi and his family is awaiting his return since then.
- Major Ataullah Khan Mahmood, JAG Branch, HQ 2 Corps (PA-29888) was doing LLM course in Islamic International University, Islamabad and secured first position in the course. He was called to his office on 29 May 2003 and same day, his wife received his phone call informing her that he would remain away and he didn't know what was happening to him. Since then, he has been in illegal confinement for unknown reasons. It was later on learnt that he was arrested by SIB (Special Investigation Bureau) of the modern day Einsatzgruppen on un-known charges.
- Major Adil Q. Khan, Core of Signals was arrested on March 01, 2003, when he was preparing to come from Kohat to his home in Rawalpindi on holidays. He was called to his unit and since then he has been missing.
- Major Rohail Faraz, HQ 2-Core (Infantry) served in 3rd Punjab and then for 6 years in SSG in AJ Kashmir. On March 03, 2003, Maj. Rohail was called by his Commanding Officer to take charge of the mess in D.I. Khan. He went to his office in his own car. From there, Maj. Rohail called his wife and told her that he was going to Rawalpindi on official work. He never came back.
- Capt. Dr. Usman Zafar, (PA-104225) was posted at Majid Bn, Kel Sector, AJK. On August 17, 2003, his father received a phone call that Capt. Usman wascalled by DGPF in GHQ and since then he has been missing.

The information about other detained officers is gradually resurfacing. These officers were never involved in any anti-government or any kind of terrorist activities. If this were true, they should have been tried under Army Act (Military Court) or Pakistan Penal Code. For last one and a half year, they have not been presented before any court of law in the Pakistani gulag.

According to the available information, most of these officers have been kept in solitary confinement in Attock Fort. Many times, they were blind folded, handcuffed at the back, long chains attached to handcuffs, head and face covered with black sacks and transported from one place to another.

They are humiliated, disgraced and kept in conditions worst than animals in 6 x 6 feet cells without any basic facilities such as fans or wash rooms. Due to prolong confinement, these officers have developed serious health problems.

Just like the famous Tikrit area stables of Saddam Hussein's son, Uday, which now house Iraqi prisoners who are forced to urinate and defecate in the same stalls where they sleep, Pakistan military officers are at times forced to urinate within the cells where they eat food as well. They have not been allowed to offer their prayers in jamaat and even denied the Friday and Eid prayers right.

According to Pakistan army sources, these confinements are illegal by the army rules. Chapter VIII of Pakistan Army Act (PAA) deals with arrest and proceedings before trial as follows:

1. PAA Section 74 provides that the charge against the detained person must be investigated within forty eight hours.

2. PAA Section 75 stipulates that arrested person must be produced before Court Martial within eight days and if it becomes impracticable due to inevitable cause, a special report giving reasons for delay should be forwarded after eight days.

3. Note 12 a to PAA Section 73 directs that charge report be delivered within 24 hours of arrest to the custodian (who would deliver the same to the detained person as per AR(I) 370) otherwise it may constitute an offence of illegal, irregular confinement under PAA Section 51(2).

The above mentioned clauses of PAA demand speedy disposal of such cases but these have been ruthlessly violated in a world turned upside down since 9/11.

Reportedly, there are dozens of military officers who have been subjected to same conditions for last many months. Their whereabouts are not known and their families have been so harassed that they don't dare to speak out about missing of their loved ones.

The key to solving the unprecedented nature of problems that Pakistanis face today is to force their leaders to abide by the law and respect the constitution. They need to break their silence and neutrality.

If Pakistanis failed to raise their voice for treating these individuals according to the law of the land, they must keep in mind that they won't be the last Pakistanis arrested and treated as such.

In case Pakistanis decided to remain neutral and silent, they will face a fate worse than the Germans of the 1930s. The next phase of course is not mere disappearances and illegal detentions, but targeted killings — the real business of the modern day mercenary Einsatzgruppen.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 36

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: Abidjan@tanzeem.org)

Pak-Gulag under the wings of the Fourth Reich

pakistanis are damned. Not because General Musharraf is a Hitler reincarnate but because Pakistanis have become worse than Germans of the 1930s.

Germans were somewhat justified in submitting to the Third Reich. After all their leaders were the masters of their own destiny. The hell that broke loose was of their own creation and Hitler remained the master of his destiny till end.

Pakistanis on the other hand are damned not only because they opted to submit to an assistant to the Fourth Reich but also because they have forgotten that the government is the employee of the people, and that like any employee, the government is required to obey orders, not to give them.

Pakistanis are damned because they have forgotten that as the employers of the government, they have the right to decide what their employees can do and more importantly, what they cannot.

Pakistanis are damned because they have forgotten who is really supposed to be in charge. Everyone is begging the assistant to the Fourth Reich to remove his uniform to be acceptable, forgetting that Musharraf with or without uniform will remain the same: commander-in-chief of the 21st century Einsatzgruppen. [1]

The worst part of the story is that Nazi Einsatzgruppen were killing others, who they considered their enemies. Pakistan's transformed army, the 21st century mercenary Einsatzgruppen has turned on its own officers (as we will see later in this article) and its own people because the Fourth Reich considers them as its enemies.

Pakistanis forget that Musharraf alone is not the problem because he alone is not the nation. So was not Hitler. He alone could not kill millions of Jews in death camps or invade country after country for planting false evidence, overpowering their populations with a combination of vicious air strikes and crushing armoured superiority and then installing corrupt or cruel puppet leaders.

It was all done by German citizens who were afraid to question if what they were told was the truth or not, and who refused to say no to tyranny and injustice. That is the state of Pakistanis today.

There is a fundamental difference between the people directly living under the Fourth Reich in the US and those living under the tyranny of its satellite Reichs. Unlike most of the Germans in 1930s, a majority of Americans do not see themselves as the heroic Germans depicted by the Wagnerian Operas. The hundreds of thousands of Americans still marching against war and Washington's policies show that their conscience is not dead.

In total contrast, tyranny in the satellite Reichs, such as Pakistan, has touched it pinnacle because Pakistanis seem to have become neutral and tamed. Same was the problem with Jews before the holocaust. Berenbaum, Michael, editor of Witness to the Holocaust, points out: "Most often, they [Jews] remained neutral, neither helping the killer nor offering solace to the victim. Yet neutrality helped the killer, never his victim."[2]

Not only Pakistanis in general have adopted this attitude but all the so-called elected leaders in the "elected" Houses seem to be in the contest of neutrality on the core issues facing the nation. Furthermore, the 21st century Otto Ohlendorf at the top has let the 21st century Jews in Pakistan assume that because of his surrender they are safe.[3]

The tyranny in America and the tyranny in the US sponsored regimes are leading to two different set of out comes.

Realization and awareness among Americans is on the rise. Unlike Germans of the 1930s', the Americans marching in the streets today and facing police brutality are the winners of tomorrow. Whereas in satellite states of the Fourth Reich, people have given up as individuals. They have lost their courage to speak the truth or stand up to their respective tyrants.

In the case of today's Pakistan, serving the Fourth Reich, the army has become a mercenary Einsatzgruppen, acting like an occupation force, destroying homes and killing its own people on the one hand and indefinitely detaining an unknown number of fellow military officers on the other. The reason is their views that are at variance with the "enlightened moderation" of the mercenary Otto Ohlendorf.

Politicians and general public are willingly and knowingly following each other into the traps which the assistant to Fourth Reich lays one after the other. This is similar to Germans' attitude. When Hitler requested temporary extraordinary powers, powers specifically banned under German law, but powers Hitler claimed he needed to have to set the things aright, the German people, having already sold their souls to their self-delusions, agreed. The temporary powers were conferred, and once conferred lasted until Germany itself was destroyed.

Pakistanis too have let Musharraf trick them in every conceivable way possible particularly since he has realized that the US is no more interested in materializing the threat it extended shortly after his coup in 1999, when Washington said: "We cannot do business as usual" with a coup leader.

The nation is dead silent at the reports that are gradually emerging about the army officers which the regime has detained without levelling any charges against them. Information about the detained military-men is gradually resurfacing as their relatives are losing hope of an early release in response to keeping their mouths shut.

As Pakistanis continue to celebrate their independence days and silently watch the coming and going of Prime Ministers, the patriots, who were supposed to defend Pakistan, are rotting in military gulags.

The detained army officers are victims of the "war on terrorism." After all, America's "war on terrorism" has turned into a war on sentiments and feelings; any sympathy for Islam or Arabism has become a political danger, and that is stated in so many words.

Other than their refusal to participate in this war, they are absolutely not involved in any criminal or illegal activity whatsoever. If they were in breach of Army discipline, there are clear laws to deal with such violations under Army Act. But to keep them detained for close to two years without leveling charges is enough to prove their innocence.

This is "Habeus Corpus" and is a gross violation of fundamental rights of any